# دو باتیں

السلام علیکم!

ہمارے بچوں میں مہربان کیسے کیسے، یہ جملہ آپ دو باتیں میں پہلے بھی کئی بار پڑھ چکے ہیں، ایک بار پھر لکھنا پڑ رہا ہے — دراصل مہربانوں کی تعداد اور اقسام اتنی گنجلک ہیں نا — لہٰذا جب بھی ضرورت ہو گی — یہ جملہ لکھ کر ان کا ذکر تو کرنا ہو گا — امید ہے، مجھے اور میرے مہربانوں کو بھی معاف فرما دیں گے —

ہاں تو ذکر کر رہا تھا، اپنے مہربانوں کا — اب ایک صاحبہ ہیں سبین ارشاد — محترمہ نے فل سکیپ کے چھ صفحات کا صحت مند سا خط لکھ مارا، اس خط میں بہت سی باتوں کے جواب مانگے — اور جب جواب لکھنے کے لیے پتا تلاش کیا تو پورے چھ صفحات میں ایک سطر بھی پتے کی نہ پائی — ایسے میں میں اپنا سر پیٹ لیا کرتا ہوں — جگر کو رونے کی نوبت بھی کبھی کبھار آ

Uploaded By Muhammad Nadeem

ہے —

ایک صاحبہ کا ذکر "لنگڑا انتقام" میں بھی کیا تھا —
ان کا نام ثمینہ قریشی ہے — بدقسمتی سے مرزائی ہیں —
پھر ایک خط لکھا ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ ان کا خط
چھاپوں — پہلے بھی عرض کر چکا ہوں — میں اپنے قارئین
تک غلط باتیں کس طرح پہنچا سکتا ہوں — ان کا پہلا خط
بھی بالکل غلط ترجمے اور غلط کتابوں کے حوالوں سے بھرا
ہوا تھا اور یہ بھی — جب تک محترمہ اپنا پتا نہیں لکھیں
گی — اور میں ذاتی طور پر ان حوالات کی قلعی نہیں
کھول دوں گا — خط شائع نہیں کروں گا — ہاں مستند
حوالہ جات سے بات لکھیں — خط بھی شائع ہو گا اور
جواب بھی دیا جائے گا — اس طرح چاہے وہ ہزار خط
لکھیں — کچھ فائدہ نہیں ہو گا —

عارف اللہ جان ! یہ بھی ایک عدد قاری ہیں —
بہت پُرخلوص — ان کا کہنا ہے کہ پانچ سال پہلے تک
آپ کے ناولوں سے روشناس نہیں تھا — اس وقت
جو ناول پڑھتا تھا — ان میں فحاشی کا دور دورہ ہوتا
تھا — آپ کے ناول پڑھنے کو اتفاق سے ملے تو کایا
پلٹ گئی — پانچ سال سے کوئی نماز قضا نہیں کی ،
پہلے نماز نہیں پڑھتا تھا —

آپ نے سُنا — ان کا بیان — یہ ہیں میرے اصل
مہربان — کیوں کہ یہ میری آخرت کو نفع پہنچا رہے
ہیں — آپ بھی ایسے قاری بنئیے نا —

ویسے ایک سوال پوچھا گیا تھا نا — کیا آپ میرے
قاری ہیں ؟ اس سلسلے میں درست جواب تو صرف
ایک موصول ہوا — باقی جو درست نہیں تھے — وہ بھی
بہت دل چسپ تھے — چند ایک آپ بھی ملاحظہ فرمائیں :

محمد مسعود احمد ملتان سے لکھتے ہیں ، کیا یہ ثبوت کم ہے
کہ ہم آپ کا ہر ناول پڑھتے ہیں —

حافظ محمد عبداللہ اسلام آباد سے لکھتے ہیں ، اگر ہم آپ
کے قارئین نہ ہوتے تو اس سوال کا کیسے پتا چلتا —

میاں محمد سعید شجاع آباد سے لکھتے ہیں — اللہ جانتا ہے ،
میں اشتیاق کا قاری ہوں —

عاصم مشتاق راولپنڈی سے لکھتے ہیں ، اس بات کا
ثبوت یہ ہے کہ میں ان تمام مجرموں کے نام بتا سکتا ہوں
جو آپ کے ناولوں میں آئے —

زاہد حمید صدیقی نے ایک عجیب بات لکھی ، میں
اشتیاق احمد کا قاری ہوں — کیوں کہ میں ان کی انگلی

Uploaded By Muhammad Nadeem

کے درد کو اپنا درد محسوس کرتا ہوں۔

فیروز عثمان کراچی سے لکھتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے جو خطوط میرے پاس ہیں، وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ میں آپ کا قاری ہوں۔

بہت سے قارئین نے یہ لکھا کہ فلاں فلاں ناول میں ان کے انعامات نکل چکے ہیں۔

شاہد اقبال گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ میں آپ کے کرداروں کی رگ رگ سے واقف ہوں کہ کون کن عادات کا مالک ہے۔ اور یہ ثبوت ہے۔

وقار احمد راولپنڈی سے لکھتے ہیں، میں مسلمان ہوں اور مسلمان جھوٹ نہیں بولتا، یہ سبق میں نے آپ کے ناولوں سے سیکھا ہے۔ اور یہی ثبوت ہے قاری ہونے کا۔

شیخ محمد ماجد جھنگ صدر سے لکھتے ہیں، میرے پاس آپ کے بیس خط موجود ہیں۔

عبدالرحمٰن ایبٹ آباد سے لکھتے ہیں، میں اشتیاق احمد کا قاری ہوں۔ ثبوت یہ ہے کہ میرے پاس "چاند ستارے" کا پہلا شمارہ موجود ہے اور آئندہ بھی ہر شمارے کا مطالعہ کرتا رہوں گا۔

یہ اور اس قسم کے ان گنت جوابات موصول ہوئے، لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ درست جواب صرف ایک موصول ہوا ہے۔ آپ درست جواب جاننے کے لیے بُری طرح بے چین ہو چکے ہوں گے۔ لیکن وہ تو آپ کو ناول کے آخر میں کہیں ملے گا۔ پڑھیے اور مسکرائیے، ویسے درست جواب ہے یہی۔

اب "چاند ستارے" کی بات کرتے ہیں۔ "چاند ستارے" کا تیسرا شمارہ آپ کو "جی موڈ + سی موڈ" اور "زرد شکار" کے ساتھ ملے گا۔ کہنے کو تو یہ ابھی تین ماہ کا بچہ ہے۔ لیکن قارئین۔ یعنی آپ کا کہنا ہے کہ کافی بڑا بڑا اور پرانا ساتھی محسوس ہو رہا ہے۔ یہ بات کافی اُمید افزا ہے۔ بس آپ اسے دوسروں سے روشناس کرائیں۔ اور اپنی آرا اور تجاویز بھی ارسال کرتے رہیں۔ ان شاء اللہ مزید بہتر ہوتا چلا جائے گا۔

اب باتیں ہو جائیں "جی موڈ + سی موڈ" کی۔ لیکن نہیں۔ اس کی بات کیا کرنا۔ اس کی باتیں تو آپ کریں گے۔ میں نے تو ناول لکھ دیا۔ رائے تو وہ ہے جو آپ کی ہے۔ میری رائے کا بھلا کیا وزن ہو سکتا ہے۔

اب چند باتیں آئندہ ناول کے بارے میں

Uploaded By Muhammad Nadeem

بھی ہو جائیں — کیا خیال ہے — آپ نے
اپنی زندگی میں ناول تو بے تحاشا پڑھے ہوں گے
اور نہ جانے کتنے پڑھیں گے — لیکن کسی جاسوسی
ناول کا یہ موضوع آج تک نہیں پڑھا ہو گا — آئندہ
کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہیے — کیوں کہ ایک
چیز جب بازار میں آجاتی ہے تو پھر اس جیسی چیز
ملنا کچھ مشکل نہیں رہ جاتا — میں اب آپ کو ایک
دعوت دے رہا ہوں — ایک عجیب و غریب دعوت —
ناول پڑھ کر اپنے اردگرد ضرور دیکھ لیجیے گا — اور
غور ضرور کر لیجیے گا — آپ بہت جلد درست نتیجہ نکال
لیں گے — آپ کا کیا خیال ہے؟

Uploaded By Muhammad Nadeem

# ترتیب



# پہلی چیٹ

دروازے کی گھنٹی بجی ۔ تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

"کس کا خط آگیا؟" محمود یہ کہتے ہوئے اٹھا، کیونکہ گھنٹی بجانے کا انداز پوسٹ مین کا تھا ۔ اور ان کے ہاں اس کا آنا جانا کافی تھا۔

"خط کیا آگیا، یوں سمجھو ۔ کوئی کیس آگیا" فاروق نے منہ بنایا۔

"بھئی یہ ہمارا گھر ہے ۔ شوکی برادرز کا دفتر نہیں" فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

اسی وقت محمود نے دروازہ کھول دیا اور پوسٹ مین یہ کہتا ہوا ایک خط انہیں تھما گیا:

"آپ لوگوں کا خط ہے جناب"

"شکریہ" اس نے کہا اور دروازہ بند کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ ایک کار آ کر رکی، اس میں سے دو آدمی اترے اور فوراً دروازے کی طرف بڑھے:

"دروازہ بند نہ کیجیے گا" ان میں سے ایک جلدی سے بولا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"جی بہتر! نہیں کرتا۔" محمود بولا۔

"انسپکٹر جمشید صاحب یہیں رہتے ہیں؟"

"جی ہاں ۔ فرمائیے۔"

"ہمیں اُن سے کام ہے ۔ ہم بہت دُور سے آئے ہیں۔"

"آئیے ۔ تشریف رکھیے ۔ وہ ابھی چند منٹ تک آنے والے ہیں ۔"

"اوہ! بہت بہت شکریہ۔" دُوسرا خوش ہو کر بولا۔

محمود انھیں ڈرائنگ روم میں لے آیا ۔ اور پھر خود صحن میں آ گیا:

"تم دونوں اِس خط کو پڑھو ۔ میں ذرا باہر جا کر ان کی کار کا جائزہ لے لوں۔" اُس نے دبی آواز میں کہا۔

"کیوں ۔ خیر تو ہے؟" فارُوق چونکا۔

"بھئی ۔ کیا پتا ۔ کون لوگ ہیں ۔ غلط بھی تو ہو سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ۔ احتیاط اچھی ہے۔" فرزانہ نے فوراً سر ہلایا۔

محمود باہر نکل گیا ۔ ادھر فارُوق نے خط کھولا اور دونوں ایک ساتھ خط پر جو جھکے تو ناریلوں کے ٹکرانے کی آواز سُنائی دی ۔

"نظر نہیں آتا کیا؟" فرزانہ نے جھنّا کر کہا۔

"تمھارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟" فارُوق نے اُسے گھورا ۔



"بہت نیک۔" وہ مسکرائی۔

"ہو گا ۔ مجھے اِس سے کیا۔" اُس نے جل کر کہا اور خط کی تحریر پڑھنے لگا ، لکھا تھا:

"ہم آ گئے ہیں دوستو! اپنا بچاؤ کر لو۔"

بس خط کے صرف یہی الفاظ تھے ۔ دونوں نے حیران ہو کر ایک دُوسرے کی طرف دیکھا ، اُسی وقت محمود اندر داخل ہوا:

"کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔" اُس نے دبی آواز میں کہا۔

"خاص بات اِس خط میں جو موجود ہے۔" فارُوق مسکرایا۔

"او ہو ۔ اچھا۔" اس نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھا ، پھر اُس نے خط کا جملہ پڑھا تو اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے ۔

"اِس کا مطلب ہے ۔ جی موف اور سی مون ہمارے مُلک میں یا پھر شاید ہمارے شہر میں آ گئے ہیں۔" وہ بڑبڑایا۔

"اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"ارے کہیں ۔ کہیں۔" فارُوق کہتے کہتے رُک گیا۔

"یہ تمھاری خاص عادت ہے ۔ بات کو درمیان میں چھوڑ دیتے ہو۔" محمود نے اسے گھورا ۔

"میری نہیں ۔ فرزانہ کی ۔ میں تو کبھی کبھار ہی ایسا کرتا ہوں۔" اُس نے مُسکرا کر کہا۔

"لیکن اِس وقت ایسا کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟" محمود

Uploaded By Muhammad Nadeem

نے منہ بنایا۔

"کہیں یہ دونوں وُہی تو نہ ہوں۔"

"ہائیں!!!" اُن کے مُنہ سے ایک ساتھ نکلا، پھر محمود اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"آؤ۔ اُن کے پاس چل کر بیٹھیں۔"

اُسی وقت ان کی والدہ کی آواز سُنائی دی:

"مہمانوں کے لیے چائے تیار ہے۔"

انھیں ذرا بھی حیرت نہ ہوئی۔ اس قسم کے کام وُہ دکھاتی ہی رہتی تھیں۔ اِدھر مہمان اندر داخل ہوئے اُدھر ناشتا تیار۔ چائے تو ایک منٹ میں تیار کرکے رکھ دیتی تھیں۔ محمود نے آگے بڑھ کر ٹرے اُٹھا لی اور سرگوشی کے انداز میں بولا:

"امّی جان۔ ذرا ہوشیار رہیں۔ ہم خطرے کی بُو محسوس کر رہے ہیں۔"

"اچھا۔ تو پھر میں ذرا کیوں۔ پُوری طرح ہوشیار ہو جاتی ہُوں۔" وُہ مسکرائیں۔

"شکریہ امّی جان۔ آپ بہت اچھی ہیں۔" فرزانہ بولی۔

پھر تینوں ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئے۔

"چائے حاضر ہے جناب۔"

"ارے بھئی۔ اس کی ضرورت نہیں تھی۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔

"کیوں جناب۔ ضرورت کیوں نہیں تھی۔ اچھی بھلی تو سردی پڑ رہی ہے۔" محمود نے ٹرے میز پر رکھ دی۔

"چلیے خیر۔" دونوں کندھے اچکا کر رہ گئے اور پھر وُہ چائے پینے لگے۔ ایسے میں محمود نے پُوچھا:

"آپ نے اب تک اپنا تعارف نہیں کروایا؟"

"وُہ۔ ہم نے سوچا۔ انسپکٹر صاحب کے آنے پر ایک بار ہی کروا دیں گے۔"

"کوئی حرج نہیں۔ اگر اس وقت بھی بتا دیں۔"

"ضرور۔ کیوں نہیں۔ مَیں گوبل اچاریہ ہُوں۔ اور یہ میرے دوست موبی روڈل ہیں۔"

"آپ کے نام سُن کر حیرت ہوئی۔ کیا آپ اچار کا کاروبار کرتے ہیں؟" فاروق نے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری کرتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں۔ یہ میری ذات ہے۔"

"آپ کے نام مسلمانوں جیسے تو ہیں نہیں؟"

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔ ہم عیسائی ہیں۔"

"اوہ۔ آپ کو ہمارے والد سے کیا کام ہے؟"

"یہ ہم انھی۔۔"

اُس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ اُسی وقت دروازے کی

Uploaded By Muhammad Nadeem

گھنٹی بجی تھی:

"شاید ابا جان آ گئے ۔ میں دیکھتا ہوں" محمود نے کہا اور فوراً کمرے سے نکل گیا ۔ دروازہ کھولتے ہی السلام علیکم کی آواز کانوں سے ٹکرائی:

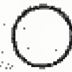
"وعلیکم السلام ابا جان ۔ اندر دو مہمان موجود ہیں اور شاید وہ جی ہوف اور سی مون ہیں" اس نے دبی آواز میں کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟" ان کے منہ سے نکلا، پھر وہ تیزی سے آگے بڑھے ۔

لیکن جوں ہی کمرے میں داخل ہوئے ۔ چکرا کر گر پڑے ۔ ان کے ناکوں پر بھرپور مُکّے لگے تھے ۔ سر گھومتے محسوس ہوئے اور آنکھوں تلے اندھیرا آ گیا ۔ سروں کو جھٹک کر خود کو ہوش میں لانے کی کوشش کی تو فاروق اور فرزانہ پر نظر پڑی ۔ ان دونوں کے ناکوں سے بھی خون بہہ رہا تھا ۔

انھیں وہیں چھوڑ کر دونوں جلدی سے باہر نکلے ۔ صحن میں بیگم جمشید بے ہوش نظر آئیں ۔ انھوں نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی ۔ لیکن کار غائب تھی ۔ واپس پلٹے تو صحن کی میز پر ایک کاغذ نظر آیا ۔ اس پر لکھا تھا:

"یہ پہلی چپت ہے، دوسری کا شوق ہے تو ہوٹل انگورا میں آ جائیے گا۔"



ہوٹل انگورا کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا ۔ بے فکر قسم کے دولت مند اپنے معدہ پُر کرنے میں اس طرح مگن تھے کہ کسی غریب کی بھوک کا خیال تک ان کے آس پاس نہیں تھا ۔ ایسے میں ایک تیز آواز نے پورے ہال کو چونکا دیا:

"یہ کھانا ہے یا مکھیوں کا اچار۔"

"گگ ۔ کیا مطلب جناب؟" دو بیرے فوراً ان صاحب کی طرف لپکے ۔

"یہ دیکھو ۔ کھانے میں کتنی مکھیاں ہیں۔"

"اوہ معاف کیجیے گا جناب ۔ ابھی دوسرا کھانا آ جاتا ہے" بیرے نے گھبرا کر کہا ۔

"دوسرے کھانے کی بات اس صورت میں اچھی لگ سکتی تھی ۔ جب مکھی صرف ایک ہوتی ۔ یہاں تو مکھیوں کی پوری فوج موجود ہے۔"

"کیا!" ہال میں بیٹھے لوگوں کے منہ سے نکلا ۔ ان کے چہروں پر نفرت اور کراہت دوڑ گئی ۔

ہوٹل بہت شان دار تھا ۔ ہر چیز بہت نفیس تھی اور بہت اونچے درجے کی تھی ۔ پورا ہوٹل صفائی کا ایک ایسا منظر

Uploaded By Muhammad Nadeem

پیش کر رہا تھا کہ کیا بتائیں ۔ کہیں ایک مکھی نظر نہیں آ رہی تھی ۔

"حیرت ہے ۔ ہال میں تو ایک مکھی بھی نہیں ہے ۔ کھانے میں کہاں سے آ گئیں"۔ ایک گاہک کے منہ سے نکلا۔

"ہال میں نہیں ہیں ۔ باورچی خانے میں تو ہوں گی نا۔" ان صاحب نے کہا۔

"لائیے جناب ۔ ہم پورا کھانا اور لا دیتے ہیں"۔ ایک بیرا جلدی سے بولا۔

"ہرگز نہیں ۔ ہوٹل کے مینجر کو یا مالک کو بلاؤ ۔ میں ان سے دو دو باتیں کروں گا"۔

"دیکھیے ۔ وہ بھی آ کر یہی کہیں گے ۔ غلطی ہو گئی ۔ دوسرا کھانا لگا دیتے ہیں"۔ بیرا بولا۔

"انھیں ہال میں آ کر معافی مانگنا ہو گی"۔

"آپ ۔ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں جناب ۔ وہ اور آ کر آپ سے معافی مانگیں گے"۔ ایک بیرا حیران ہو کر بولا۔

"ہاں کیوں نہیں ۔ اس میں کیا حرج ہے"۔

"حرج ہے ۔ وہ بہت بڑے آدمی ہیں"۔ دوسرا بیرا بولا۔

"بہت بڑے آدمی ہوں گے اپنے گھر میں ۔ ہمارے لیے نہیں"۔ اس نے کہا۔

"کیا بات ہے بھئی ۔ یہ کیسا شور ہے؟" ایک تیز آواز نے ان سب کے رخ پھیر دیے ۔ ایک لمبے قد کا پتلا دبلا آدمی ان کی طرف چلا آ رہا تھا ۔ اس کے چہرے پر سکون کے آثار تھے ۔ ذرا بھی غصے میں نظر نہیں آ رہا تھا ۔

"سر ۔ ان کے کھانے میں بہت سی مکھیاں موجود ہیں"۔

"اوہو اچھا ۔ کمال ہے"۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا، پھر کھانے پر نظریں دوڑائیں ۔

"ہمارے باورچی خانے میں چلنا ہو گا آپ کو"۔ لمبے آدمی نے کہا ۔

"آپ کون ہیں؟" گاہک نے بے خوف ہو کر پوچھا۔

"میں اس ہوٹل کا مینجر ہوں"۔

"اور آپ کا نام شریف کیا ہے؟"

"مجھے سرور گورایا کہتے ہیں"۔

"تو سرور گورایہ صاحب ۔ میں آپ کے باورچی خانے میں کس لیے جاؤں ۔ میرا وہاں کیا کام؟"

"صرف آپ نہیں ۔ ہال میں سے چند گاہکوں کو بھی میں ساتھ لے جاؤں گا ۔ اگر باورچی خانے میں آپ لوگوں نے ایک مکھی بھی دکھا دی تو میں دس ہزار روپے جرمانہ ادا کروں گا"۔

"شکریہ ۔ مجھے باورچی خانے میں جانے کی ضرورت نہیں ۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

مکھیاں سالن میں موجود ہیں — ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔"

"واقعی — ایسا کرنا مشکل بھی کیا ہے — آتے وقت کاغذ کی ایک پڑیا میں پندرہ بیس مُردہ مکھیاں ڈال کر لے آئے اور سالن میں اُلٹ دیں — بچو! میں نے تم جیسوں کا سب انتظام کر رکھا ہے، وہ دیکھو — تمہارے لیے پولیس آ گئی ہے۔"

"کک — کیا کہا — پولیس آ گئی ہے — اور وہ بھی میرے لیے — جُرم آپ کا اور پولیس مجھے گرفتار کرے گی۔" اس نے چیخ کر کہا۔

"تو تم اس بات سے انکار کرتے ہو — مکھیاں تم خود نہیں لائے تھے۔"

"بالکل — بھلا مجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ضرورت تو بالکل ہو سکتی ہے — کسی دوسرے ہوٹل کی یہ شرارت ہو سکتی ہے، کیوں کہ ہمارے ہوٹل نے دوسرے ہوٹلوں کی مارکیٹ خراب کر رکھی ہے — اب وہ ہماری شہرت کو نقصان پہنچانے کے لیے ایسے ہتھکنڈے اختیار نہیں کریں گے تو کیا کریں گے۔"

"اوہ — اوہ" گاہکوں کے منہ سے آوازیں نکلیں۔

اور پھر پولیس نے اس کے گرد گھیرا ڈال لیا:

"یہ غلط ہے — جھوٹ ہے — میں نے مکھیاں خود نہیں ڈالیں — خود کو بچانے کے لیے مجھ پر الزام لگایا گیا ہے۔" اس نے چیخ کر کہا —

"اچھا تو پھر اپنی آنکھوں سے دیکھتے جاؤ — سامنے سکرین کی طرف دیکھو۔"

اور سب کی نظریں دیوار پر لگی سکرین پر جم گئیں — جلد ہی اس پر ہال کا منظر نظر آنے لگا، پھر منظر میں صرف وہ آدمی میز پر بیٹھا نظر آنے لگا — پھر بیرون نے کھانا اس کی میز پر لگایا — بیرے کھانا لگا کر مڑے ہی تھے کہ اس نے اپنی جیب سے کاغذ کی ایک پڑیا نکالی اور لوگوں کی نظریں بچا کر پڑیا کو کھولا اور سالن میں اُلٹ دیا، یہ منظر دیکھ کر سب کے سب حیرت زدہ رہ گئے —

اس آدمی کا رنگ بھی اڑ گیا — پولیس نے فوراً اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پھنسا دی اور اسے لے کر چل دیئے —

"میں نے اس قسم کے جعل سازوں کے لیے پہلے ہی سے انتظامات کر رکھے ہیں۔" منیجر نے دونوں ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا اور اپنے دفتر کی طرف بڑھ گیا۔

"بہت خوب۔" لوگ پکار اُٹھے۔

ایک منٹ بعد اس کے دروازے پر کسی نے دستک دی:

"کون ہے — تشریف لے آئیے۔"

دروازہ کھلا اور سرور گورایا نے دیکھا — اس کے دفتر میں چار لڑکے کھڑے تھے:

Uploaded By Muhammad Nadeem

"کیا چاہتے ہو بھئی؟" اس کے لہجے میں قدرے حیرت تھی۔

"ایک سوال کا جواب۔" ان میں سے ایک نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"یہ تو خیر ٹھیک ہے۔ کہ وہ مکھیاں باہر سے لے کر آیا تھا۔ لیکن آپ کو کیسے پتا چل گیا تھا کہ وہ یہ کام کرے گا۔"

"میں ٹی وی کیمروں کے ذریعے یہاں بیٹھا ہال کا منظر دیکھتا رہتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"بالکل ٹھیک۔ لیکن آپ ہمارا مطلب نہیں سمجھے۔" ایک نے مسکرا کر کہا۔

"تو آپ سمجھا دیں۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"آپ کا کیمرہ صرف اس آدمی پر ہی کیوں رہا۔ اس میں تو پورے ہال کا منظر رہنا چاہیے تھا۔"

"میں نے اس کو پڑیا نکالتے دیکھ لیا تھا۔"

"بالکل ٹھیک۔ یہی تو ہم بات کر رہے ہیں۔ کیمرہ تو اس پر اس وقت فٹ ہونا چاہیے تھا۔ جب وہ پڑیا نکال چکا تھا۔ اس سے پہلے تو آپ کو اس پر شک ہو ہی نہیں



سکتا تھا۔ لہٰذا ہمارا دعویٰ ہے کہ وہ آدمی خود آپ کا آدمی تھا اور یہ سارا چکر اپنے ہوٹل کو شہرت دینے کے لیے چلایا گیا ہے، آپ کا کیا جواب ہے مسٹر گورایا۔"

گورایا کی پیشانی پر اب پسینے کے قطرات نظر آنے لگے تھے، اس نے سست آواز میں کہا:

"تم بہت چالاک ہو۔ کیا چاہتے ہو؟"

"بس۔ اس سوال کا جواب۔ وہ ہمیں مل چکا ہے۔" یہ کہہ کر وہ جانے کے لیے مڑے۔

"ٹھہریے۔" سرور گورایا نے جلدی سے کہا۔

"جی فرمایئے۔"

"کہیں آپ لوگ ملازمت کی تلاش میں تو نہیں ہیں؟"

"ہم ملازمت کا روگ نہیں پالتے۔ اپنا کام کرتے ہیں۔ ہاں آپ اپنا کوئی کام کروانا چاہیں۔ کوئی مشکل مسئلہ حل کروانا چاہیں تو اور بات ہے۔ ایسا کام ہم کر سکتے ہیں۔ معقول معاوضہ لے کر۔"

"اوہ۔ تب تو آپ لوگ تشریف رکھیے۔ میں آپ سے اس قسم کا ایک کام لے سکتا ہوں۔"

"ہم تشریف تو رکھ لیتے ہیں۔ لیکن آپ ہم سے کوئی چال چلنے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

"ہرگز نہیں — بالکل نہیں۔" اس نے کہا۔

"شکریہ شکریہ!" انھوں نے ایک ساتھ کہا اور کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"آپ کے نام کیا ہیں؟"

"چار کی بجائے آپ کی آسانی کے لیے ایک نام ہی کافی ہے — ہم شوکی برادرز کہلاتے ہیں۔"

"ارے!" اُس کے منہ سے نکلا۔

"کیوں جناب — خیریت تو ہے؟"

اُسی وقت دروازے پر دستک ہوئی:

"آ جاؤ بھئی — کون ہے؟"

ایک لمبا تڑنگا آدمی اندر داخل ہوا — اس کے چہرے پر سختی کے آثار تھے:

"سر — شوکی برادرز نہیں ملے — وُہ — شہر سے غائب ہیں۔"

"کوئی بات نہیں تم جا سکتے ہو — جا کر اپنا کام دیکھو۔" سرور گوڑایا بولا۔

"او کے سر۔" اس نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

"یہ کیا بات ہوئی — آپ تو پہلے ہی ہماری تلاش میں ہیں۔"



"ہاں! میں بہت پریشان ہوں — اور پریشانی کے حل کے ن سے مجھے میرے ایک دوست نے آپ لوگوں کا نام بتایا تھا، نے اپنے اس آدمی کو بھیجا — جواب آپ سُن ہی چکے ہیں۔"

"فرمائیے — ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں؟"

"اس شہر میں دو آدمی موجود ہیں — آپ بس ان کا سُراغ لگا دیں، وُہ کہاں مل سکیں گے، پھر میں ان سے دو دو ہاتھ خود ہی کر لوں گا۔"

"ارے باپ رے — یہ پروگرام تو خوف ناک ہے۔"

"ہاں! ہے تو یہی بات، لیکن اس کی خوف ناکی کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"نہیں جناب — آپ کے ارادے نیک نہیں لگتے — ہم یہ کام نہیں کریں گے۔"

"دیکھ لیں — معاوضہ بہت زیادہ ملے گا۔"

"سوری!" انھوں نے ایک ساتھ کہا اور اُٹھ کھڑے ہوئے — سرور گوڑایا نے انھیں گھور کر دیکھا:

"میں اس کام کا ایک لاکھ روپیہ دوں گا۔"

"دو لاکھ میں بھی کام نہیں کریں گے — بلکہ دس لاکھ میں بھی نہیں۔"

"آخر کیوں؟" اُس نے جھلا کر کہا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

پہلی بات تو یہ کہ شہرت حاصل کرنے کے لیے آپ نے جو طریقہ کیا۔ وہ ہمیں پسند نہیں آیا۔ دوسرے یہ کہ آپ کا ارادہ اپنے دشمنوں کو جانوں سے مارنے کا ہے۔ اور ایسا کرنا ہمارے نزدیک غلط کام ہو گا۔"

"ٹھیک ہے شوکی برادرز۔ تم لوگ جا سکتے ہو۔" اس نے بھنّا کر کہا۔

وہ دروازے کی طرف مڑ گئے۔ اچانک شوکی واپس مڑا اور بولا:

"ایک صورت اور ہو سکتی ہے۔"

"اور وہ کیا؟" اس نے فوراً کہا۔

"ہم اس کا انتظام خود کریں۔ یعنی آپ کو ان سے نجات خود دلا دیں۔ آپ کچھ نہ کریں۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ بھلا تم لوگ کیا کرو گے؟"

"یہ آپ ہم پر چھوڑ دیں۔ وہ آپ کے راستے میں کبھی نہیں آئیں گے۔"

"چلو مجھے منظور ہے۔ تم اس کام کا کتنا معاوضہ لو گے؟"

"صرف دس ہزار روپے۔"

"کیا کہا۔ صرف دس ہزار۔ اور میں تم لوگوں کو دو لاکھ روپے دے رہا تھا۔"

"دو انسانی جانیں۔ دو لاکھ روپے سے کہیں زیادہ قیمتی ہوتی ہیں۔ ان کے بارے میں آپ کیا بتا سکتے ہیں۔"

"یہ ان کی تصاویر ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے میز کی دراز میں سے دو تصاویر نکال کر ان کی طرف بڑھا دیں۔

شوکی نے تصاویر کی طرف دیکھے بغیر کہا:

"ہم ان کا پتا لگا لیں گے، فکر نہ کریں۔ نصف معاوضہ آپ پہلے ادا کر دیں۔ بقیہ نصف ہم بعد میں لیں گے جب اپنا کام کر چکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے منظور ہے۔" اس نے کہا اور میز کی دراز کھول کر نوٹوں کی ایک گڈی نکالی، پھر گڈی ان کی طرف اچھال دی اور بولا:

"تم نے ابھی تک ان کی تصاویر کی طرف نہیں دیکھا۔"

"پہلے معاوضہ پھر کام۔" شوکی نے مسکرا کر کہا۔ نوٹوں کا پیکٹ جیب میں رکھا اور تصاویر میز پر سے اٹھا لیں، پھر جونہی تصاویر پر ان کی نظریں پڑیں۔ وہ ایک ساتھ بول اٹھے:

"ارے! یہ کیا!!!"

Uploaded By Muhammad Nadeem

# تب پھر

فرحت نے آنے والے مہمانوں کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا اور پھر جلدی سے نواب سلمی کی طرف بڑھ گئی:

"انکل سلمی ـ ان دو نئے آنے والے مہمانوں کو دیکھ رہے ہیں آپ؟"

نواب سلمی نے اس طرف نظر اٹھائی اور قدرے حیران ہو کر بولے:

"میں نے اپنی زندگی میں انھیں کبھی نہیں دیکھا۔"

"تب تو یہ بہت حیرت کی بات ہے ـ یہ لوگ آپ کی اس شان دار دعوت میں شریک ہو رہے ہیں ـ اور آپ انہیں جانتے تک نہیں ـ جب کہ یہاں داخلہ صرف دعوت ناموں کے ذریعے ہو رہا ہے۔"

"بات تو ٹھیک ہے ـ تو پھر تم اپنا کام شروع کر دو نا۔" نواب سلمی مسکرائے ـــ

"شکریہ! وہ تو کرنا ہی ہو گا۔" فرحت نے کہا اور آفتاب اور آصف کی طرف چل پڑی، وہ کافی دور باغ کے ایک گوشے میں بیٹھے تھے ـ نزدیک پہنچنے پر اس نے سنا، آفتاب کہ رہا تھا:

"آخر تم یقین کیوں نہیں کر لیتے کہ اس گھوڑے کی نو ٹانگیں تھیں۔"

"میرا دماغ نہیں چل گیا کہ ایسی اوٹ پٹانگ باتوں پر یقین کر لوں۔" آصف نے منہ بنا کر کہا۔

"چلو خیر ـ میں فرحت کو یقین دلا دوں گا۔" آفتاب مسکرایا۔

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو ـ کہ اس کا دماغ چل گیا ہے۔" آصف کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بالکل! یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات ہے۔"

"کیا کہا تم نے؟" فرحت نے جھلا کر کہا ـ وہ ان کے عین پیچھے آ چکی تھی اور دونوں نے اسے نہیں دیکھا تھا۔

"ارے باپ رے ـــ یہ تو فرحت کی آواز ہے۔" آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا ـ اس کا نام نہ لینا ـ شیطان کی طرح آ موجود ہو گی۔" آصف بولا۔

"ارے ارے ـــ تم دونوں ہوش میں تو ہو۔"

"نواب سلمی کی دعوت میں بھلا کون ہوش میں رہتا ہے۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

"کیوں۔کیا یہاں بے ہوش کرنے والی چیزیں کھلائی جاتی ہیں۔"
فرحت نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں۔ میرا یہ مطلب۔ ارے مگر۔تم اِدھر کیسے آگئیں۔ تم نے تو آج کا دن ہم سے بالکل الگ رہ کر گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔" آفتاب کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! فیصلہ ہی کیا تھا، کیوں کہ تم دونوں مل کر دماغ چاٹ لیتے ہو۔ اور مَیں اچھے بھلے دماغ کو خالی محسوس کرنے لگتی ہوں۔ اس لیے میں نے وہ فیصلہ کیا تھا، لیکن یہاں ایک عجیب بات ہو گئی ہے۔"

"اللہ کا شکر ہے۔صرف ایک ہی عجیب بات ہوئی ہے۔اگر دس بارہ ہو جاتیں تو بھی ہم کیا کر لیتے۔"

"بھئی پہلے۔بات تو سُن لو۔ہو سکتا ہے۔وہ ایک بات دس بارہ باتوں پر بھاری ہو۔" آصف نے منہ بنایا۔

"اچھا بڑے بھائی۔ ہاں فرحت۔ بیان کرو۔کیا ہے وہ عجیب بات۔"

"دو اجنبی مہمان اندر آئے ہیں۔ نواب سلمیٰ ان دونوں کو نہیں جانتے۔ اور یہاں داخلہ صرف کارڈوں کے ذریعے ہو رہا ہے۔ میں نے انکل نواب صاحب کی توجہ ان کی طرف دلائی تو وہ بھی حیران ہوئے بغیر نہ رہے۔ اب انھوں نے ہمیں



اجازت دی ہے کہ ہم اپنا کام شروع کر دیں۔"

"ویری گڈ۔ یہ ہوئی نا بات۔" آصف اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا خاک بات ہوئی ہے۔ بیٹھے بٹھائے اُلجھن مول لے رہے ہیں۔ ارے بھئی۔ اگر دو نامعلوم آدمی آ ہی گئے ہیں تو کیا ہوا، کھا پی کر چلے جائیں گے۔کچھ کھانے پینے کے بھوکے ایسا بھی کرتے ہیں۔" آفتاب نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

"وہ تو خیر ٹھیک ہے۔سوال تو یہ ہے کہ گیٹ پر کھڑے ملازمین نے ان دونوں کو اندر آنے کی اجازت کیوں دی؟"

"اوہ ہاں واقعی۔ تب پھر پہلے ہم گیٹ کیپرز سے بات کر لیتے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے آفتاب بھی کھڑا ہو گیا۔

"شکر ہے۔تم اُٹھے تو۔"

"مرتا کیا نہ کرتا۔ اُٹھنا ہی پڑا۔" اس نے کراہ کر کہا۔

اب تینوں گیٹ پر آئے۔

"دو اجنبی آدمی ابھی چند منٹ پہلے اندر گئے ہیں۔آپ لوگوں نے انھیں دعوت ناموں کے بغیر اندر کیوں جانے دیا؟" آصف نے سرد آواز میں پوچھا۔

"دعوت ناموں کے بغیر۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ابھی تک ایک آدمی بھی ایسا اندر نہیں جا سکا۔جن کے پاس کارڈ نہ ہو۔" ایک ملازم بولا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"لیکن ہمارا دعویٰ ہے ۔ ایسے دو آدمی اندر داخل ہو گئے ہیں ۔"

"ہرگز نہیں جناب ۔ کیا آپ ان سے دعوت نامے طلب کر چکے ہیں ؛ اور وہ نہیں دکھا سکے ۔" دوسرا ملازم بولا ۔

"ایسی بات تو خیر نہیں ہے ۔" انھوں نے کندھے اُچکا کر کہا ۔

"تب پھر ۔ پہلے آپ کو ان سے بات کر لینی چاہیے تھی ان کے پاس کارڈ ضرور موجود ہوں گے ۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ اجنبی ہیں ۔ تو ہم نواب صاحب کے تمام مہمانوں کو نہیں پہچانتے ۔"

"ہوں ! بات تو ٹھیک ہے ۔ خیر ۔ آؤ بھئی ۔" آصف نے کہا ۔

تینوں باغ میں آئے ۔ دونوں اجنبیوں کی تلاش میں اُنھوں نے نظریں دوڑائیں ۔ وہ کافی فاصلے پر بیٹھے نظر آ گئے ۔ اُن کے قدم ان کی طرف اُٹھنے لگے ۔ نزدیک پہنچ کر آصف کھنکارا ۔ تو دونوں چونک کر ان کی طرف مُڑے :

"نواب سلمیٰ صاحب کا خیال ہے کہ انھوں نے آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا ۔ جب کہ یہ دعوت صرف ان کے دوستوں کو دی گئی ہے ۔ اس بات کا آپ کے پاس کوئی



جواب تو ہوگا ۔"

دونوں نے نظر بھر کر انھیں دیکھا ، پھر مُسکرائے اور ایک نے پُرسکون آواز میں کہا :

"جواب تو ہے ۔"

"تو پھر جواب دیں نا ۔" فرحت بولی ۔

"سوال یہ ہے کہ آپ کون لوگ ہیں ۔ یہ سوال تو ہم سے نواب صاحب کو پُوچھنا چاہیے تھا ۔" دُوسرا بولا ۔

"ہاں ! یہ ٹھیک ہے ۔ لیکن وہ بہت مصروف ہیں اور انھوں نے اس کام پر ہمیں مقرر کیا ہے ۔"

"بہت خوب ۔ یہ دیکھیے ۔ ہمارے پاس دعوت نامے موجود ہیں ۔ اور یہ خود نواب صاحب نے ہمیں بھجوائے تھے ۔"

"اگر ایسا ہوتا تو وہ آپ کے بارے میں اُلجھن میں کیوں پڑتے ۔" آصف بولا ۔

"پہلے آپ کارڈ دیکھ لیں ، پھر کارڈ لے جا کر انھیں دکھا دیں ، اس کے بعد ان سے پُوچھ لیں کہ وہ اُلجھن میں کیوں پڑے تھے ۔" پہلے نے شوخ آواز میں کہا ۔

"شکریہ جناب ۔ واقعی ہمیں یہی کرنا چاہیے ۔ آپ کارڈ دے دیں ۔"

"ضرور ۔ یہ رہے کارڈ ۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

انھوں نے کارڈوں پر نظر ڈالی ۔ ایک پر مسٹر جمی سار لکھا تھا ، دوسرے پر کوپر جان ۔ اب وہ نواب صاحب کی طرف چل پڑے ۔ وہ ایک مہمان سے گفت گو میں مصروف تھے ۔

"بھئی آفتاب ۔ تمھارے ابا جان نہیں آئے اب تک؟" نواب صاحب نے انھیں دیکھ کر کہا۔

"دفتر میں آج ایک ضروری میٹنگ ہے ۔ اس سے فارغ ہونے کے فوراً بعد آئیں گے۔"

"اوہ اچھا ۔ ہاں ان کا کیا بنا؟"

"ان کے پاس یہ کارڈ موجود ہیں ۔ آپ بھی دیکھ لیں۔" انھوں نے دونوں کارڈ ان کے سامنے کر دیے ۔

نواب صاحب نے کارڈوں پر لکھے نام پڑھے ، پھر بڑبڑائے :

"نہیں ۔ ہرگز نہیں ۔ میں نے ان دو ناموں کے کارڈ نہیں بھجوائے۔"

"کارڈ آپ نے نہیں بھجوائے ۔ لیکن ان کے پاس موجود ہیں ۔ خیر ۔ یہ کوئی ایسی مشکل بات نہیں ۔ جس پریس سے آپ نے یہ کارڈ چھپوائے ۔ وہاں سے دو کارڈ حاصل کر لینا ذرا بھی مشکل کام نہیں ۔ کسی ملازم کو سو دو سو روپے



دے کر دو کارڈ حاصل کر لیے گئے ہوں گے ۔ سوال تو یہ ہے کہ ان دونوں کا اس حرکت سے مطلب کیا ہے؟"

"ان سے پوچھنا چاہیے ۔ کیا میں ساتھ چلوں؟" نواب صاحب بولے ۔

"ابھی آپ ساتھ نہ چلیں ۔ پہلے ہم معلوم کر لیں۔"

"ٹھیک ہے ۔ تم معلوم کر لو ، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" وہ بڑبڑائے ۔ ان کے چہرے پر اب الجھن کے آثار نظر آ رہے تھے ۔

تینوں پھر ان کی طرف قدم اٹھانے لگے ۔ وہ اب بھی دوسری طرف رخ کیے بیٹھے تھے ۔

"لیجیے ۔ ہم پھر آ گئے۔"

"اب کیا ہے؟" دونوں ان کی طرف مڑے ۔ چہروں پر اب بھی ناخوش گواری نہیں تھی ۔

"نواب صاحب کا کہنا ہے کہ وہ جمی سار اور کوپر جان نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتے اور نہ ہی ان ناموں کے کارڈ روانہ کیے گئے ہیں۔"

"یہ کہا ہے انھوں نے؟" جمی سار کے لہجے میں حیرت در آئی ۔

"ہاں بالکل۔" آفتاب نے جھلا کر کہا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"ضرور۔ وہ بھول گئے ہیں ۔ یا پھر انھوں نے جان بوجھ کر جھوٹ بولا ہے۔" کوبر جان بولا۔

"یہ آپ کیا کہ رہے ہیں ۔ انھوں نے جھوٹ بولا ہو گا ۔ آخر کیوں؟" فرحت نے منہ بنا کر کہا۔

"ہم کیا جانیں ۔ آپ ان سے پوچھیں" جمی ساد نے جل کر کہا۔

"یہ تو عجیب بات ہو گئی ۔ اب تو نواب صاحب کو بھی ان حضرات کے سامنے لانا پڑے گا۔ آصف بڑبڑایا۔

"ٹھیک ہے ۔ آؤ چلیں۔"

"ضرور جاؤ ۔ اور نواب صاحب کو ساتھ لے آؤ۔ ہم بھی دیکھتے ہیں نا، وہ کیسے انکار کرتے ہیں۔"

تینوں تلملاہٹ کے عالم میں ایک بار پھر نواب سلمیٰ کے پاس آئے، آفتاب نے بُرا سا منہ بنا کر کہا:

"آپ ہم سے مذاق تو نہیں کر رہے؟"

"کیا کہا ۔ مذاق اور تم سے ۔ نہیں بھئی ۔ میں مذاق کرتا ضرور ہوں، لیکن اپنے ہم عمر لوگوں سے ۔ بات کیا ہے؟"

"آپ کو ان دونوں کے پاس چلنا پڑے گا ۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ جھوٹ کہتے ہیں ۔ دعوت نامے آپ نے خود ہی بھجوائے ہیں۔"

"ان کی یہ جرأت کہ مجھ پر جھوٹ کا الزام لگائیں۔ آؤ چلیں ۔ اب تو میں اپنے ملازمین سے انھیں دھکے دلواؤں گا۔" نواب صاحب غصّے میں آ گئے۔

"ایسا کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اس معاملے میں کوئی گہرا چکر معلوم ہو رہا ہے ۔ وہ لوگ کوئی عام لوگ نہیں ہیں۔"

"آؤ ۔ دیکھتے ہیں۔" وہ جھلاہٹ میں ان سے کئی قدم آگے بڑھ گئے ۔

چاروں ان دونوں کے نزدیک آ گئے ۔

"ہاں جناب ۔ آپ لوگ کون ہیں ۔ اور میں نے آپ کو کارڈ کیسے بھیج دیے ۔ ذرا وضاحت کریں۔"

"وضاحت بہت آسان ہے ۔ ہم آپ کے دوست ہیں اور میک اپ میں ہیں۔"

"کیا کہا ۔ میک اپ میں ۔ کن دوستوں کے میک اپ میں؟" نواب صاحب چونکے ۔ آفتاب، آصف اور فرحت کے چہروں پر بھی حیرت دوڑ گئی ۔

"ہاں! ہم دراصل سردار واصف خان اور حکیم شوکت ہیں۔"

"کیا" نواب صاحب چلّا اٹھے ۔ اب حیرت ان کی آنکھوں میں پھیلتی نظر آئی ۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"آپ خود چیک کر لیں ۔ کیا آپ کے مہمانوں میں سردار واصف اور حکیم شوکت ہیں ؟"

"میں نے ابھی تک نہیں دیکھے۔" وہ بڑبڑائے۔

"اور نہ دیکھیں گے ۔ اس لیے کہ ہم تو میک اپ میں ہیں ۔"

"لیکن ۔ ہم فرض کر لیتے ہیں کہ آپ دونوں نواب صاحب کے دوست سردار واصف اور حکیم شوکت ہیں ۔ تو آخر آپ لوگوں کو میک اپ میں آنے کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی ؟"

"آپ نہیں جانتے نواب صاحب ۔ ان دنوں ایک بہت پُر اسرار دشمن نے ہمیں جان سے مار دینے کی دھمکی دے رکھی ہے ۔ اس کا کہنا ہے کہ ہم بہت جلد مر جائیں گے ، بلکہ اس کا کہنا ہے ۔ پہلے ہم میں سے ایک مرے گا ۔ پھر دوسرا ۔"

"لیکن کیوں ۔ وہ آپ کا دشمن آپ لوگوں سے کیا چاہتا ہے؟" نواب صاحب چلّائے۔

"وہ ہماری زمینیں ہم سے خریدنا چاہتا ہے ۔ آپ تو جانتے ہی ہیں ۔ ہم دونوں کی زمینیں ساتھ ساتھ ہیں ۔ بلکہ ہمارے ساتھ آپ کی زمین بھی تو ہے ۔" یہ کہتے کہتے جی سار یا سردار واصف رُک گیا۔



"تو اس وجہ سے آپ دونوں میک اپ میں آئے ہیں ۔ بھئی واہ ۔ مزا آ گیا ۔ لیکن بھئی ۔ تم آتے ہی یہ بات بتا دیتے ۔"

"بس ہم نے سوچا ۔ یہ بات جس حد تک بھی راز میں رہے ، بہتر ہے۔"

"ایک منٹ ۔" فرحت نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"جی ۔ آپ کیا کہتی ہیں ؟" حکیم شوکت نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

"سوال یہ ہے کہ نواب صاحب نے تو کارڈ آپ کے اصلی ناموں کے بھیجے تھے ۔ ان پر دوسرے نام کیوں لکھے ہوئے ہیں ؟"

"یہ کیا مشکل ہے ۔ ہم نے اصلی نام سلوشن سے مٹائے اور فرضی نام لکھ دیے۔"

"اوہ ۔ اچھا خیر ۔ ہم یہ بات مان لیتے ہیں ۔ ہمارا ایک سوال یہ ہے کہ اس طرح آپ اپنے دشمن سے کب تک بچتے رہیں گے ، آپ کو چاہیے ۔ اس کے خلاف رپورٹ درج کرائیں ۔ اسے گرفتار کرائیں ۔"

"افسوس ۔ ہم نہیں جانتے ۔ وہ کون ہے ۔ ارے ہاں ۔ فون پر اس نے کہا تھا کہ وہ آپ کی زمین بھی خرید کر رہے

Uploaded By Muhammad Nadeem

گا۔"

"اس کی یہ جرأت۔ میں تو کروا دوں گا اس کی تکہ بوٹی۔"

نواب صاحب گرجے۔

"لیکن نواب صاحب۔ تکہ بوٹی تو آپ اس وقت کروا دیں گے، جب اس کے بارے میں کچھ جانتے ہوں گے۔" سردار واصف نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔" نواب صاحب نے جھلا کر ایک ہاتھ کا مکا دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارا۔ یہ ان کی خاص عادت تھی۔

"آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں نواب صاحب۔ ہم اس معاملے کو دیکھ لیں گے۔ بلکہ دیکھ کیا لیں گے۔ اسی وقت دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔"

"لیکن بھئی۔ اب تو جلد ہی پارٹی شروع ہونے والی ہے۔" نواب صاحب بولے۔

"پارٹی آپ لوگ جاری رکھیں۔ ہمیں اپنا کام کرنے دیں۔ یہ معاملہ بہت گہرا نظر آتا ہے۔"

"کوئی گہرائی نہیں۔ ہماری زمینیں بہت زرخیز ہیں۔ ان کو خریدنے کی خواہش لوگ پہلے بھی کرتے رہے ہیں، لیکن ہم نے ہر بار انکار ہی کیا۔ لہٰذا اب کوئی ایسا آدمی پیدا ہو گیا۔ جو زبردستی خریدنے پر تل گیا۔ اس کے باوجود ہم زمینیں فروخت نہیں کریں گے۔" سردار واصف روانی کے عالم میں کہتا چلا گیا۔

"تو پھر۔ مہمانوں میں چل کر بیٹھیں۔ اب جب کہ یہ بات معلوم ہو چکی ہے تو۔ آپ الگ تھلگ کیسے بیٹھ سکتے ہیں۔"

"ایک منٹ انکل۔" فرحت پھر بول اٹھی۔

"یہ اس کا دوسرا منٹ ہے۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟" نواب صاحب چونکے۔

"ابھی ایسے نہ جانے کتنے ایک منٹ اور سننے میں آئیں گے۔" اس نے برا سا منہ بنایا۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو فرحت؟" آصف نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ کہ۔ ابھی ہم نے ان کے چہروں کو چیک نہیں کیا، کیا یہ واقعی میک اپ میں ہیں۔ میرا خیال ہے۔ ایسا کرنا ضروری ہے۔"

"اوہ ہاں۔ ضرور۔ کیوں نہیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" سردار واصف اور حکیم شوکت ایک ساتھ بول اٹھے۔ اور نواب صاحب نے بھی سر ہلا دیا۔

تینوں آگے بڑھے۔ اور ان کے چہرے ٹٹول کر پیچھے ہٹ گئے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"کیوں۔ کیا ہوا؟" نواب صاحب بولے۔

"جی۔ کچھ نہیں۔ بس تصدیق ہو گئی۔ میک اَپ کیا گیا ہے۔ لیکن ہمیں ایک بات اب بھی معلوم نہیں۔" فرحت نے فکرمندانہ انداز میں کہا۔

"اور وہ کیا؟" ان کے منہ سے نکلا۔

"یہ کہ۔ میک اَپ واقعی سردار واصف صاحب اور حکیم شوکت صاحب کے چہروں پر کیا گیا ہے۔ یا دوسرے چہروں پر۔"

"کک۔ کیا مطلب؟" نواب صاحب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"میرا خیال ہے۔ آپ ہمارا مطلب اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے۔"

"پھر۔ اب اس بات کی تصدیق کس طرح ہو؟"

"کیا آپ ہماری آوازیں نہیں پہچانتے۔" سردار واصف نے تلملا کر کہا۔

"آوازوں کی بھی نقل اُتاری جا سکتی ہے۔" آصف نے کہا۔

"پھر۔ اب کیا کیا جائے؟" نواب صاحب بولے۔

"انہیں الگ کمرے میں لے چلتے ہیں۔ وہاں یہ میک اَپ



اُتار کر دکھا دیں۔ اور بس۔"

"بالکل ٹھیک۔" نواب صاحب نے فوراً کہا۔

اور وہ ایک کمرے میں آ گئے۔ کمرے کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

"چلیے جناب۔ اب میک اَپ اُتار کر دکھا دیں۔ ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں۔ آپ کو زحمت دے رہے ہیں۔" آصف نے جلدی جلدی کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ اس میں آپ کا کیا قصور ہے۔"

انہوں نے جلدی جلدی اپنا میک اَپ اُتار دیا۔ نواب صاحب کی آنکھیں تو حیرت سے پھیلی ہی تھیں۔ آفتاب، آصف اور فرحت کا بھی بُرا حال ہو گیا۔ ان کے منہ سے لرزتی کانپتی آوازوں میں نکلا:

"یہ۔ یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔"

"کک۔ کون۔ یہ۔ یہ کون لوگ ہیں؟" نواب صاحب بُری طرح ہکلائے۔

"کم از کم یہ سردار واصف اور حکیم شوکت نہیں ہیں۔" آصف نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اور نہ جمی سار اور کوپر جان ہیں۔"

"تب پھر۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

"یہ مسٹر جی موت اور مسٹر سی مُون ہیں۔"

"کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔ کیا نام لیے تم نے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی نواب صاحب تڑ سے گرے اور بے ہوش ہو گئے۔ آفتاب، آصف اور فرحت کی بوکھلاہٹ کا کیا کہنا۔ لیکن ان کی بوکھلاہٹ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ وہ بھی گرتے چلے گئے۔



# نیل کے تحفے

"ہیلو اکرام۔ بھئی ہمارے شہر میں کوئی ہوٹل انگورا بھی ہے؟" فون میں انسپکٹر جمشید کہہ رہے تھے۔

"معلوم کرانا پڑے گا سر۔ مشہور ہوٹلوں میں تو نہیں ہو سکتا، شاید کوئی چھوٹا موٹا ہو۔"

"تو میں اِنتظار کر رہا ہوں۔" انھوں نے یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا، پھر اُن کی طرف مُڑے:

"چوٹیں زیادہ تکلیف دہ تو نہیں ہیں؟"

"ابھی آرام دہ بھی نہیں ہیں۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"کوئی بات نہیں بھئی۔ میں ابھی تمھیں ایک ایک گولی دیتا ہوں۔" وہ مسکرائے۔

"لیکن ابّا جان۔۔۔ یہ ہم نے کیا دیکھا ہے۔۔۔ سی مُون اور جی موت ایک ساتھ۔"

"ہاں! پچھلی مرتبہ جب ہمارا جی موت سے سامنا ہوا تھا۔۔۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

اور اسے بھاگنا پڑا تھا۔ تو اس نے دھمکی دی تھی کہ جلد پھر آئے گا۔ اور اس مرتبہ ساتھ میں سی مون بھی ہو گا۔"

"اور اس نے اس دھمکی پر عمل بھی کر ڈالا۔"

"ہاں! لیکن اس خیال میں نہ رہنا۔ یہ دونوں ہم سے انتقام لینے کے لیے آئے ہیں۔ بلکہ۔ یہ اپنا کوئی منصوبہ لے کر آئے ہیں۔ اور ان کا پروگرام ہے۔ ہم لوگوں کو منصوبے کی ہوا بھی نہ لگنے دیں۔ اور ہمیں اس خیال میں رکھیں کہ انتقام کے لیے آئے ہیں۔"

"اوہ۔ آپ ان کی چال بھانپ گئے۔"

"کیا کروں۔ بھانپنا میری کمزوری ہے۔" وہ مسکرائے۔

"اس کا مطلب ہے۔ ہم ان کی دعوت پر انگورا ہوٹل جائیں گے۔"

"اس کے سوا ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔ ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔"

"لیکن انھوں نے تو وہاں ہمارے لیے جال تیار کر رکھا ہو گا۔"

"دیکھا جائے گا۔" انھوں نے کندھے اچکا دیے۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف سے اکرام کہ رہا تھا:

"السلام علیکم سر۔ ہمارے شہر میں ہوٹل انگورا نام کا کوئی ہوٹل نہیں۔ البتہ فیض پور میں سب سے بڑے ہوٹل کا نام انگورا ہے۔"

"کسی اور شہر میں بھی اس نام کا ہوٹل ہے؟"

"جی نہیں۔ میں تصدیق کر چکا ہوں۔ فیض پور کے علاوہ کہیں بھی کوئی ہوٹل انگورا نام کا نہیں ہے۔"

"اوہ۔ اچھا۔ شکریہ۔"

ریسیور رکھ کر وہ مڑے تو ان کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ تینوں نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا۔

"شاید وہ دونوں ہمیں پھر ایک جگہ جمع کرنا چاہتے ہیں۔" وہ بولے۔

"کک۔ کون وہ؟"

"وہی دونوں۔"

"اوہ۔ لیکن انکل اکرام نے آپ کو کیا بتایا ہے؟"

"یہ کہ۔ ہوٹل انگورا فیض پور میں ہے۔"

"ارے۔ شوکی برادرز کے شہر۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں!" وہ بولے۔

"تب پھر چلیے۔ مزا رہے گا۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

"میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں۔ کہ مزا رہے گا۔ بلکہ شاید مزا اس بار کچھ زیادہ ہی رہے گا۔ اپنے انکلز کو ساتھ لینے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ان کے بغیر کیا خاک مزا آئے گا۔" فاروق نے کہا۔

"تم تینوں جاؤ اور انہیں لے آؤ۔ اگر وہ آ سکیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تو آپ یہاں کیا کریں گے۔ آپ بھی ساتھ چلیے۔" فرزانہ نے کہا۔

"نہیں۔ مجھے یہاں بہت ضروری کام انجام دینے ہیں۔"

آخر وہ گھر سے نکل آئے۔ پہلے انہوں نے خان رحمان کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے فوراً ظہور کی آواز سنائی دی:

"آپ جو کوئی بھی ہیں۔ مہربانی فرما کر واپس چلے جائیں۔ میں اس وقت دروازہ نہیں کھول سکتا۔"

"لیکن کیوں انکل۔ یہ بھی تو بتائیں نا؟"

"اس لیے کہ میں نے کان پکڑ رکھے ہیں۔ اور خان صاحب میری سزا پوری ہونے کا انتظار کرتے کرتے سو گئے ہیں۔ میں انہیں جگا بھی نہیں سکتا۔"

"ہوں! یہ تو بہت ٹیڑھی بات ہو گئی۔ لیکن نہیں انکل ظہور، میں نے اس کا حل سوچ لیا ہے۔" فرزانہ نے چہک کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ کان پکڑے پکڑے دروازے تک آ جائیں۔"

"نہیں۔ اس لیے کہ دروازے پر آ کر بھی تو ہاتھ کانوں پر سے ہٹانا پڑیں گے۔ اور انہوں نے مجھ سے قسم لے رکھی ہے۔" ظہور بولا۔

"اچھا تو پھر حامد وغیرہ کو بھیج دیں۔"

"نہیں۔ وہ سب لوگ اپنے کسی عزیز کے ہاں گئے ہوئے ہیں۔"

"دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا۔ ایسے میں فاروق نے کہا:

"اچھا تو انکل کو جگا دو۔ یہ ان کے سونے کا وقت نہیں ہے۔"

"بے شک یہ ان کے سونے کا وقت نہیں ہے، لیکن رات ان کی طبیعت بہت خراب تھی۔ ساری رات جاگ کر کاٹی۔ اس لیے۔ اب میں انہیں نہیں اٹھا سکتا۔"

"اچھا خیر۔ تم یوں کرو کہ دروازہ کھول دو۔ تمہیں ان سے بچانا ہمارا کام ہو گا۔"

"میں کہہ چکا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے قسم لے رکھی ہے۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

ظہور بولا ۔۔۔

"خیر ۔ آؤ بھئی ۔ پہلے پروفیسر انکل کے ہاں چلتے ہیں ۔ انہیں ساتھ لے کر یہاں آتے ہیں ۔ پھر دیکھیں گے ۔ ظہور انکل کیوں کر دروازہ نہیں کھولیں گے۔"

"ارے باپ رے۔" ظہور نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں تو پھر ۔ دروازہ کھول رہے ہیں یا نہیں؟"

"نن ۔ نہیں ۔ میں اپنی قسم کا کیا کروں۔"

"آؤ بھئی چلیں۔" محمود نے بھنا کر کہا۔

اور وہ تینوں پروفیسر داؤد کے ہاں پہنچے ۔ وہ کسی تجربے میں مصروف تھے:

"ہم نے آپ کو پریشان تو نہیں کیا؟"

"ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ مسکرائے ۔

"اور اگر ہم کہیں ۔ ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔"

"تو میں کہوں گا ۔ میں چلتا ہوں۔"

"تو پھر چلیے۔"

وہ چند منٹ میں ہی تیار ہو گئے ۔ جلد ہی وہ کار میں بیٹھے اڑے جا رہے تھے:

"آپ نے یہ نہیں پوچھا انکل ۔ ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"خود ہی بتا دو گے۔" وہ مسکرائے ۔



"ابھی انکل خان رحمان کو بھی ساتھ لینا ہے۔" فاروق نے کہا۔

"ضرور ۔ کیوں نہیں۔" انھوں نے خوش ہو کر کہا۔

خان رحمان کے دروازے پر پہنچ کر محمود نے اشاروں میں کہا:

"آپ دستک دیں انکل۔"

"م ۔ میں دستک دوں ۔ لیکن کیوں ۔ یہ تو تمھارا کام ہے۔" انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

"آج میری دال نہیں گل رہی۔" اس نے بے چارگی کے عالم میں مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب ۔ یہاں تو دور دور تک دال کا نام و نشان نہیں ۔"

"آپ دستک تو دیں ۔ سب کچھ سمجھ جائیں گے۔"

"اگر یہ بات ہے تو یہ لو۔" پروفیسر داؤد نے کہا اور دستک دے ڈالی۔

"کک ۔ کون؟" اندر سے ظہور کی بوکھلائی ہوئی آواز آئی۔

"ظہور ۔ یہ میں ہوں ۔ جلدی دروازہ کھولو۔" پروفیسر صاحب بلند آواز میں بولے ۔

"پپ ۔ پپ ۔ پرو ۔ فیسر صاحب۔" ظہور بری طرح ہکلانے لگا ۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"ہاں بھئی۔ یہ میں ہوں۔ لیکن اس میں ہکلانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"و۔ وہ جناب۔ خان رحمان سو رہے ہیں۔"

"ہائیں۔ اس وقت سو رہے ہیں۔ خیر۔ انہیں جگا دو۔"

"میں انہیں جگا بھی نہیں سکتا۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" پروفیسر صاحب نے آنکھیں نکالیں۔

"کیا آپ کے ساتھ محمود، فاروق اور فرزانہ نہیں ہیں؟"

"بالکل ہیں۔ وُہی تو مجھے یہاں لے کر آئے ہیں۔"

"تو پھر آپ ان سے پوچھ لیں۔ انہیں ساری بات معلوم ہی ہے۔"

"ہائیں۔ اچھا۔ ہاں بھئی محمود۔ ذرا ساری بات بتانا۔"

محمود نے انہیں جلدی جلدی بات بتا دی۔

"اوہ! اب کیا کیا جائے؟"

"کسی نہ کسی طرح انکل خان رحمان کو جگایا جائے۔"

"ٹھیک۔ دروازے کو زور زور سے دھڑ دھڑانا شروع کر دو۔"

"وُہ رات بھر جاگتے رہے ہیں۔ اس طرح شاید ہی جاگیں۔"

"بھئی کوشش تو کر لو۔" انہوں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

انہوں نے دروازے پر دھڑا دھڑ شروع کر دی۔ چند پڑوسیوں اور راہ گیروں نے انہیں گھور کر دیکھا، لیکن بولے کچھ نہیں ـــ

دھڑ دھڑ کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس دوران ظہور نے دو تین بار چیخ کر کہا بھی کہ یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں، لیکن انھوں نے اس کی چیخ و پکار کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ آخر خان رحمان کی دھاڑ انھیں سنائی دی:

"ظہور کے بچّے یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"یہ کام ظہور کے بچّے نہیں کر رہے سرکار۔" ظہور کی لرزتی آواز سنائی دی۔

"باہر کچھ لوگ موجود ہیں۔ آپ سو رہے تھے، میں کان پکڑے کھڑا تھا۔ آپ نے مجھے قسم دے رکھی تھی ـــ میں کان چھوڑ نہیں سکتا تھا ـــ لہٰذا مجبور ہو کر انھوں نے یہ کام شروع کر دیا۔" ظہور نے جلدی جلدی کہا۔

"اور باہر ہیں کون لوگ ـــ میں ان کی اچھی طرح خبر لوں گا۔" خان رحمان گرجے۔

"بس جناب ـــ خبر تو آپ لے چکے ان کی۔ باہر پروفیسر صاحب، محمود، فاروق اور فرزانہ صاحبان موجود ہیں۔"

"ہائیں اچھا ـــ بے وقوف ـــ بدتمیز۔ تم نے ان کے لیے دروازہ نہیں کھولا۔" خان رحمان نے چلّا کر کہا اور دروازے کی طرف بھاگے۔

"وُہ ـــ وُہ قسم۔"

"بھاڑ میں گئی قسم۔" انھوں نے جھلّا کر کہا اور دروازہ کھول

Uploaded By Muhammad Nadeem

دیا —

وُہ اندر داخل ہوئے، ظہور ابھی تک کان پکڑے کھڑا تھا —

"بس بھئی — چھوڑ دو کان۔" پروفیسر بولے۔

ظہور نے سر اونچا کر کے خان رحمان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا:

"سُنا نہیں — پروفیسر صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔" وہ دھاڑے اور ظہور نے بوکھلا کر کان چھوڑ دیے —

"یہ سب اس نالائق کی وجہ سے ہوا۔"

"لیکن خان رحمان — تم نے بھی تو اس بے چارے کو قسم دے رکھی تھی۔"

"اوہ ہاں! یہ میری غلطی تھی اور یہ غلطی صرف اس وجہ سے ہوئی کہ مجھے نیند آ رہی تھی — میں رات سو نہیں سکا تھا — میں نے سوچا ادھر میری آنکھ لگی — اُدھر ظہور نے کان چھوڑے — اس لیے اسے پابند کرنا پڑا۔"

"لیکن بھئی — تم رات سوئے کیوں نہیں؟"

"شدید سر درد تھا — آپ کھڑے کیوں ہیں — بیٹھتے کیوں نہیں۔" خان رحمان بولے۔

"ہم بیٹھنے کے لیے آئے ہی نہیں — فوری طور پر جانا ہے۔"

"تو میں تیار ہو جاتا ہوں۔"

"لیکن آپ کی تو طبیعت خراب ہے۔" فرزانہ نے پریشان ہو کر کہا —

"اب میں بالکل ٹھیک ہوں — ظہور — اب تمہاری چھٹی — بلکہ ہر طرح کی عیش کر سکتے ہو۔"

وُہ انہیں ساتھ لے کر گھر پہنچے — انسپکٹر جمشید نے ان کی طرف مُسکرا کر دیکھا:

"السلامُ علیکم!"

"وعلیکم السلام — ہم یہ جاننے کے لیے بے چین ہو چکے ہیں کہ کیا معاملہ ہے؟"

"بس ذرا ہوٹل انگورا تک جانا ہے۔"

"کیوں — کیا وہاں انگوروں کی نمائش لگی ہوئی ہے۔" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"ارے نہیں — ویسے یہ خیال ہے زور دار — انگوروں کی نمائش، واہ۔" انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"بات پھر رہ گئی جمشید۔" پروفیسر داؤد نے مسکرا کر کہا۔

"تھوڑی دیر پہلے ہمارے گھر میں دو بِن بُلائے مہمان آئے تھے — وُہ آئے اور ہمیں انگورا ہوٹل میں آنے کی دے کر چلے گئے —"

"کیا مطلب؟" دونوں ایک ساتھ بولے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"آپ مطلب کس بات کا پوچھ رہے ہیں انکل؟" محمود بول اُٹھا۔
دونوں نے گھبرا کر ایک دُوسرے کی طرف دیکھا، پھر پروفیسر داؤد بولے:

"کیوں خان رحمان - ہم مطلب کس بات کا پوچھ رہے ہیں؟"

"پپ - پتا نہیں۔" وہ ہکلائے۔

"آج شاید بڑوں کے مذاق کرنے کا دن ہے - خیر کر لیجیے - کبھی ہماری بھی باری آ ہی جائے گی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"خیر - مطلب میں بتا دیتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے کہنا چاہا تھا کہ پروفیسر داؤد زور سے چونکے:

"ارے - مگر - ہائیں - یہ تمہارے ناک کے پاس نیل کیسا پڑا ہوا ہے - اور - اور میں ان تینوں کے چہروں پر بھی ضربات کے نشانات دیکھ رہا ہوں - یہ - یہ کیا ہے بھئی - پہلے میں توجہ ہی نہیں دے سکا۔"

"یہ انھی مہمانوں کا دیا ہوا تحفہ ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کمال ہے - وہ کیسے مہمان تھے - نیل کے تحفے دے کر چلے گئے - اور انگورا ہوٹل میں آنے کی دعوت بھی دے گئے - بھئی کھل کر بات کرو نا۔"

"اچھی بات ہے - کھل کر سن لیں - انگورا ہوٹل فیض پور میں واقع ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے - شوکی برادرز کے شہر۔"

"ہاں - بالکل۔"

"چلو یہ اچھا ہے - ان سے بھی اس بہانے ملاقات ہو جائے گی۔"

"اور ان مہمانوں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا جمشید۔"

"ان کے صرف نام سن لیں - اور کچھ تو ہم بھی نہیں بتا سکتے - انھیں سی مون اور جی موف کہا جاتا ہے۔"

"کیا!!" دونوں چلّائے۔

اُن کے منہ کھلے کے کھلے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ---

Uploaded By Muhammad Nadeem

# ہوٹل میں

سرور گورایا نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا، پھر جلدی سے بولا:

"خیر تو ہے۔"

"یہ — یہ آپ نے ہمیں کن لوگوں کی تصاویر دکھا دیں۔"

"تو کیا تم انھیں پہچانتے ہو؟" اس کے لہجے میں بلا کی حیرت در آئی —

"نہ صرف جانتے ہیں — بلکہ ان سے کئی بار واسطہ بھی پڑ چکا ہے۔"

"تب تو اور بھی اچھی بات ہے — تم لوگ ان سے اچھی طرح نبٹ لو گے۔"

"جی نہیں — یہ کام اتنا آسان نہیں رہا۔" شوکی نے نفی میں سر ہلایا —

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem



"پہلے آپ بتائیں — آپ کا ان سے جھگڑا کیا ہے — آپ ان کی وجہ سے کیوں پریشان ہیں؟"

"یہ میرے ہوٹل کو خریدنا چاہتے ہیں — ان کا کہنا ہے — میں منہ مانگی قیمت وصول کر لوں اور ہوٹل سے چلا جاؤں — لیکن میں ہوٹل فروخت نہیں کرنا چاہتا — میں نے انکار کر دیا ہے — ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر میں نے ہوٹل ان کے ہاتھ نہ بیچا تو — میں اپنی جان سے ہاتھ دھو ڈالوں گا۔"

"اور ان کی طرف سے مایوس ہو کر آپ نے ہماری خدمات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا؟" شوکی نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"کیا یہ دونوں یہاں خود آئے تھے؟"

"نہیں — یہ تصاویر میرے کمرے کے اندر بلکہ سیف کے اندر سے ملی ہیں اور یہ میری زندگی کا حیران کن ترین واقعہ ہے — کسی نے بھی میرے کمرے میں دو اجنبیوں کو داخل ہوتے نہیں دیکھا، نہ تجوری کھلی ملی — پھر آخر تصاویر تجوری کے اندر کس طرح پہنچ گئیں — ہے نا عجیب بات۔"

"آپ مسٹر کی ٹون اور مسٹر جی موف کو نہیں جانتے — وہ اس زمانے کے عجیب ترین لوگ ہیں — یہ دو آدمی مل کر ایک بڑے ملک میں ہل چل مچا سکتے ہیں — اس کا تختہ اُلٹ سکتے ہیں —

وہ بہت بڑے بڑے کام کرنے والے لوگ ہیں۔ ہم حیران ہیں۔ وہ اس چھوٹے سے کام کے پیچھے کیوں پڑ گئے۔" آفتاب نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب۔ کون سا چھوٹا سا کام۔" سرور گورایا بھنا کر بولا۔

"یہی۔ ہوٹل حاصل کرنے والا کام اور کیا۔ جو لوگ حکومتوں کو درہم برہم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ وہ ہوٹل خریدنے کے لیے آپ کو دھمکیاں کیوں دے رہے ہیں۔ وہ چاہیں تو آپ کو یوں ہی غائب کر دیں۔"

"تم لوگ تو مجھے ڈرائے دے رہے ہو۔ میں نے تم سے بات اس لیے تو نہیں کی۔" اس نے پریشان ہو کر کہا۔

"خیر۔ پہلے آپ اپنے ہوٹل کا راز بتائیں۔" شوکی نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ہوٹل کا راز۔ کیا مطلب؟" وہ زور سے چونکا۔

"ہاں! اس ہوٹل کا ضرور کوئی راز ہے۔ ورنہ وہ دل چسپی نہ لے سکتے۔"

"نہیں۔ ہوٹل کا کوئی راز نہیں ہے۔" اس نے پُرزور انداز میں کہا۔

"اچھا تو مسٹر سرور گورایا۔ ہمیں اجازت دیں۔" شوکی اُٹھ کھڑا



ہوا۔

"کک۔ کیا مطلب؟"

"اگر آپ ہمیں ہوٹل کا راز نہیں بتا سکتے تو پھر ہم بھی یہ کیس حل نہیں کریں گے۔ ہم آپ کو مسٹر سی مون اور مسٹر جی موف سے نجات نہیں دلا سکتے۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ میں نے بتایا تو ہے۔ ہوٹل کا کوئی راز نہیں ہے۔" اس نے جل کر کہا۔

"لیکن ہم یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ لہٰذا ٹاٹا۔" آفتاب نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔

چاروں اُٹھ کر دروازے تک پہنچ گئے۔ ایسے میں سرور گورایا کی آواز سنائی دی:

"ٹھہرو بھئی۔ ٹھہرو۔ تم اس طرح نہیں جا سکتے۔"

"تو پھر ہم جس طرح جا سکتے ہیں۔ بتا دیں۔" شوکی اُس کی طرف مڑا۔

"مم۔ میں بتاؤں گا۔ ہوٹل کا راز۔" اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

"وہ مارا۔" آفتاب چہکا۔

چاروں واپس آ کر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اور نظریں اس کے چہرے پر جما دیں۔ چند لمحے تک وہ ان کی طرف ٹکر ٹکر

Uploaded By Muhammad Nadeem

دیکھتا رہا، پھر بولا:

"تم لوگ آخر کیا چیز ہو؟"

"بہت ہی معمولی سے انسان ہیں۔ اور بس۔ آپ ہوٹل کی بات کریں۔" اشفاق نے منہ بنایا۔

"یہ ہوٹل میں نے ایک ہندو پجاری سے خریدا تھا۔ اور ساز و سامان سمیت خریدا تھا۔ ہندو ہوٹل کی قیمت وصول کرنے کے بعد فوراً یہاں سے چلا گیا تھا اور اس کے بعد میں نے آج تک اسے نہیں دیکھا۔"

"ہوں۔ راز ابھی تک نہیں بتایا آپ نے۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ ہوٹل خریدنے کے بعد میں نے اس کے کچھ حصوں کی مرمت کروانے کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ ضرورت نہیں تھی۔ لیکن میری خواہش یہی تھی۔ چناں چہ مرمت شروع کروا دی۔ سب سے نچلی منزل کے فرشوں کو بھی اکھڑوایا گیا تو ایک فرش کے نیچے ایک تہ خانے کے آثار نظر آئے، گویا تہ خانہ فرش ڈال کر بند کر دیا گیا تھا۔" سرور گورایا نے بتایا۔

"بہت خوب! اب آپ واقعی راز بتانے لگے ہیں۔" شوکی آگے کو جھک آیا۔ اب چاروں کی دل چسپی بہت بڑھ گئی تھی۔

"میں نے کام بند کروا دیا۔ اس کمرے کے دروازے پر تالا لگا دیا۔ پھر خود رات کو ٹارچ لے کر تہ خانے میں اترا۔ اور پھر میں دھک سے رہ گیا۔ نیچے ایک بہت بڑا ہال تھا اور پورا ہال چھوٹی بڑی مورتیوں سے بھرا پڑا تھا۔"

"کیا مطلب؟" وہ اچھل پڑے۔

"مورتیاں۔ جن کی ہندو پوجا کرتے ہیں۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"اگلے دن مجھے ایک خط ملا۔ خط پجاری کی طرف سے تھا۔ اس میں اس نے دھمکی دی تھی کہ خبردار ہوٹل کا تہ خانہ اسی طرح بند کروا دو۔ اور کبھی اسے نہ کھولنا۔ ورنہ ان گنت مصیبتوں میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اور اس ہوٹل کو فروخت کرنے کی کوشش بھی نہ کرنا۔ ورنہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ خط کے ان الفاظ نے مجھے چکرا کر رکھ دیا۔ میں نے اسی وقت فرش بند کر دیا۔ اور بالکل خاموش ہو گیا۔ اس واقعے کو پندرہ سال گزر چکے ہیں۔ اب یہ دو آدمی پیدا ہوتے ہیں جو ہوٹل کو ہر قیمت پر خریدنا چاہتے ہیں۔ ان ہندو پجاری کے خط کے الفاظ پندرہ سال بعد پھر میری آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ یہ ہے ہوٹل کا راز۔"

"ہوٹل کا راز۔ واقعی بہت پُر اسرار ہے۔ کیا آپ نے ان

Uploaded By Muhammad Nadeem

موتیوں کو اُٹھا کر بھی دیکھا تھا۔"

"ہاں ایک دو کو ۔ وہ بہت وزنی تھیں۔ سب کی سب پتھر کی ہیں اور آپس میں گڈ مڈ ہوئی پڑی تھیں۔"

شوکی برادرز سوچ میں پڑ گئے۔ آخر شوکی بولا:

"کیا آپ ہمیں تہ خانہ دکھا سکتے ہیں؟"

"ن ۔ نہیں ۔ وہ ہندو پجاری ۔" اس نے خوف زدہ ہو کر کہا۔

"چھوڑیں بھئی ۔ پندرہ سال گزر چکے ہیں۔ مر کھپ گیا ہو گا ۔ وہ تو۔" آفتاب بولا۔

"نہیں۔ میں تہ خانہ نہیں دکھاؤں گا۔ تم لوگ بس ان دونوں سے میرا پیچھا چھڑا دو۔"

"یہ کام اتنا آسان نہیں۔ جان کی بازی لگانا ہو گی۔ اور آپ ہمیں تہ خانہ بھی نہیں دکھا رہے۔ ان حالات میں ہم اس کیس پر کام کرنے سے انکار کرتے ہیں۔" شوکی ایک بار پھر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"ارے ارے ۔ ایک منٹ ۔ تم لوگ تو بات بات پر چلے جانے کی دھمکیاں دے رہے ہو۔ کیا کام کرنے کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔"

"ہاں! ہمارا طریقہ یہی ہے۔" اخلاق بولا۔



"اچھا میں تم لوگوں کو تہ خانہ دکھا دیتا ہوں۔ پھر اس کے بعد۔"

"اس کے بعد ہم اس کیس پر کام کریں گے۔ آپ کو ان دونوں سے نجات دلائیں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ تم رات کے گیارہ بجے میرے پاس آ جانا۔ میں اس وقت تہ خانہ نہیں دکھا سکتا۔"

"یہ بات ہم منظور کر لیتے ہیں۔ ہم ٹھیک گیارہ بجے یہاں آ جائیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

رات کے ٹھیک گیارہ بجے جب شوکی برادرز اس کے کمرے میں داخل ہوئے تو اس کا چہرہ دودھ کی طرح سفید تھا۔ اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں:

"خیر تو ہے؟"

"نہیں۔ نہیں۔" اس نے کہا۔

"کیا مطلب؟" چاروں ایک ساتھ بولے۔

"خیر نہیں ہے۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"کیا وہ دونوں آئے تھے؟"

"نہیں۔ وہ نہیں۔ پجاری۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"کیا کہا۔ پجاری۔ پجاری آیا تھا؟"

Uploaded By Muhammad Nadeem

"آیا نہیں ۔ اس کا خط آیا ہے ۔ اس دفتر کے فرش پر پڑا ملا ہے ۔ گویا وہ خود ڈال گیا ہے۔"

"اوہ ۔ اوہ۔" وہ حیرت زدہ رہ گئے ، پھر خط لے کر پڑھا ، لکھا تھا :

"پیارے سرور گورایا !

میں نے تم سے کہا تھا ۔ اس ہوٹل کو کبھی فروخت نہ کرنا ۔ اور نہ تہ خانہ کسی کو دکھانا ۔ لیکن شاید تم بھول گئے ہو ۔ اس لیے ایک بار پھر یاد تازہ کرا رہا ہوں ۔ میں زندہ سلامت ہوں اور تم سے بہت نزدیک بھی ۔ اور اس کا ثبوت یہ خط ہے ۔

راج چندر۔"

خط کے الفاظ نے انھیں سکتے میں مبتلا کر دیا ۔ پہلے انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ۔ اور پھر سرور گورایا کی طرف ، آخر شوکی بولا :

"پھر ۔ اب آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے ؟

"میں خود کو چکی کے دو پاٹوں کے درمیان محسوس کر رہا ہوں۔"

"آپ کو ہمارے ساتھ ہوٹل سے باہر چلنا ہوگا۔"

"کیا مطلب ؟" وہ بولا ۔

"آئیے ۔ آپ کو بتاتے ہیں۔"

اس نے پریشان ہو کر ان کی طرف دیکھا ۔ بولا کچھ نہیں ، اٹھ کر کھڑا ہو گیا ۔ آخر وہ ہوٹل سے باہر نکل آئے اور فٹ پاتھ پر چلنے لگے :

"ہوٹل میں ہونے والی بات وہ ہندو پجاری سن لیتا ہے ۔ اس لیے ہم آپ کو باہر لے آئے ہیں۔"

"کیا مطلب ۔ وہ ۔ وہ سن لیتا ہے ؟"

"ہاں ! اگر سن نہ لیتا تو یہ خط کس طرح آپ کے دفتر میں پھینک سکتا تھا" آفتاب نے کہا ۔

"ہوں ۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں ۔ پھر اب کیا کیا جائے ؟"

"تہ خانہ جب تک نہ دیکھا جائے ۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے ۔ آپ پجاری کی پروا نہ کریں ، اگر اس میں ہمت ہوتی تو ہوٹل کو اپنے قبضے میں ہی رکھتا ۔ وہ خالی پیلی دھمکیاں دے رہا ہے اور بس ۔ کر کچھ نہیں سکتا ۔ یوں بھی ہم اس کا سراغ لگا لیں گے ۔ اور جان لیں گے کہ ہوٹل میں وہ کہاں ہے ۔ اور کون ہے ۔ ہمارا خیال ہے ۔ وہ کسی بیرے کے روپ میں ہے۔"

"اوہ ۔" اس کے منہ سے نکلا ۔

"جن دنوں آپ نے ہوٹل خریدا تھا ۔ اس کے صرف ایک دو دن کے اندر کسی بیرے کو ملازم بھی رکھا تھا۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

"ہاں! مجھے یاد ہے۔ رکھا تو تھا۔ لیکن باورچی۔"

"بہت خوب۔ آپ کی یادداشت بہت تیز ہے۔ ہمیں اس کے پاس لے چلیے۔" شوکی نے پُرجوش لہجے میں کہا اور اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

# عجیب بات

انسپکٹر کامران مرزا میٹنگ سے فارغ ہو کر سیدھے نواب سلمی کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوئے۔ نواب سلمی ان کے بچپن کے دوست تھے اور آج انھوں نے اپنے تمام بہترین دوستوں کو دعوت دے رکھی تھی۔ لیکن وہ ایک اہم میٹنگ کی وجہ سے آفتاب، آصف اور فرحت کے ساتھ وہاں نہیں جا سکے تھے؛ تاہم ابھی اتنی دیر نہیں ہوئی تھی:

جوں ہی وہ نواب سلمی کی کوٹھی کے دروازے پر پہنچے۔ انھیں حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا۔ اندر سے دو آدمی تیز تیز قدم اُٹھاتے چلے آ رہے تھے۔ ان کے انداز سے تیزی ضرور ٹپک رہی تھی، لیکن پھر بھی وہ پُرسکون تھے۔ حیرت کا جھٹکا انھیں اس لیے لگا تھا کہ وہ سی مون اور جی موف تھے۔ ان کی حیرت آسمان کی بلندیوں کو بھلا کیوں نہ چھو لیتی۔ وہ فوراً کار سے اُتر آئے۔ ورنہ کار کو اندر لے جانے والے

Uploaded By Muhammad Nadeem

تھے۔

جی موف اور سی مُون نے بھی انھیں دیکھ لیا۔ ان کے چہروں پر مسکراہٹیں دوڑ گئیں۔

"ہمیں حیرت کا اظہار کرنا چاہیے یا خوشی کا؟" جی موف بولا۔

"دونوں کا۔" سی مون نے فوراً کہا۔

"اور میں حیرت اور خوشی کے ساتھ عین وقت پر پہنچنے پر مُبارک باد بھی وصول کر لیتا ہوں۔" اِنسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"ہاں! یہ تو ہے۔ لیکن ایسی بھی کوئی بات نہیں، ہم یہاں سے فرار نہیں ہو رہے۔ بس رخصت ہو رہے ہیں۔" جی موف نے کہا۔

"لیکن کیوں۔ ابھی ٹھہریے نا۔ دعوت ختم تو نہیں ہو گئی۔"

"ختم نہیں ہوئی۔ لیکن ہمارے اندر ٹھہرنے پر چند ایک لوگوں کو اعتراض ہے۔" سی مون ہنسا۔

"اور وُہ چند ایک لوگ آفتاب، آصف اور فرحت تو نہیں ہیں؟"

"آپ کا اندازہ غلط نہیں۔ بلکہ انھوں نے تو نواب سلمٰی کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا۔"

"اوہو اچھا۔ تب تو وُہ اندر بے ہوش پڑے ہوں گے۔"

"آپ لوگ اندازے لگانے میں بہت تیز ہیں۔" جی موف بولا۔

دروازے پر کھڑے نگران انھیں حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اِنسپکٹر کامران مرزا نے یہ محسوس کر کے کہا:

"آئیے۔ ہم ایک طرف ہو کر بات کر لیتے ہیں۔ یا پھر آپ اندر چلیں۔"

"نہیں۔ باہر ہی ٹھیک ہے۔ ہم آپ کی کار میں بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں۔"

"یہ مناسب رہے گا۔"

وُہ باہر نکل کر کار میں آ کر بیٹھ گئے اور اِنسپکٹر کامران مرزا نے کار ایک طرف کر لی:

"ہمارے مُلک میں آپ کا نظر آنا بلا وجہ تو ہو نہیں سکتا۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"وجہ بھی معمولی نہیں ہو سکتی۔" سی مُون نے فوراً کہا۔

"یہ بات پہلے ہی کہ دی گئی تھی کہ اس بار آپ بھی مسٹر جی موف کے ساتھ آ رہے ہیں۔"

"ہاں! جی موف میرے بچپن کے دوست ہیں۔ ہماری لائن بھی ایک ہے۔ لہٰذا اس بار ہم نے پروگرام بنایا کہ مل کر اس طرف آئیں۔ تاکہ روز روز کی ناکامیوں کا ایک ہی بار حساب

Uploaded By Muhammad Nadeem

صاف کر دیا جائے۔"

"حساب کتاب صاف ہو گا۔ یا مزید اُلجھ جائے گا ۔۔ یہ وقت بتائے گا ۔۔ میں تو اس وقت یہ جاننا چاہتا ہوں ۔۔ کہ نواب سلمی کے ہاں آپ لوگ کیوں نظر آ رہے ہیں؟"

"نواب سلمی سے ایک بہت ضروری کام تھا۔ لیکن آفتاب، آصف اور فرحت کی موجودگی میں ہم وہ کام نہیں کر سکتے تھے ۔۔ اس لیے نکل آئے ۔۔ اب پھر کسی وقت آئیں گے اور نواب صاحب سے دو دو باتیں کریں گے۔"

"بہتر تو یہی رہے گا کہ ابھی بات کر لیں۔"

"نہیں! اس وقت انھیں ہوش میں آنے میں کچھ وقت لگے گا ۔۔ آپ بھی اندر چلے جائیں اور انھیں ہوش میں لانے کی تدبیر کریں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ میں آپ دونوں کو جانے کس طرح دے سکتا ہوں۔"

"کیا مطلب ۔ تو آپ ہمیں روکیں گے؟"

"ہاں ضرور۔ کیوں نہیں ۔۔ یہ میرا فرض بنتا ہے۔"

اتنا کہتے ہی انسپکٹر کامران مرزا کار سے نکل آئے اور پستول ان کے ہاتھ میں نظر آیا ۔۔ دونوں کو زد پر رکھتے ہوئے وہ بولے:

"باہر تشریف لے آئیں اور اندر کی طرف چلیں۔"

نگران بھی یہ منظر حیرت زدہ انداز میں دیکھ رہے تھے ۔۔ انھوں نے بھی اپنے پستول نکال لیے ۔ اور ان دونوں کی طرف کر دیے، کیوں کہ وہ انسپکٹر کامران مرزا کو اچھی طرح پہچانتے تھے،

"آپ کو اپنے ساتھیوں تک پہنچنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے تھی ۔ خیر ۔ آپ کی مرضی۔"

اتنا کہ کر دونوں باہر نکل آئے، لیکن انھوں نے ہاتھ نہیں اُٹھائے تھے ۔ وہ ایک ایک قدم اِنسپکٹر کامران مرزا کی طرف آنے لگے:

"ہاتھ اُٹھا دیں اور آگے نہ آئیں۔"

"ڈر رہے ہیں اِنسپکٹر کامران مرزا۔"

"ڈریں ہمارے دشمن ۔ میں گولی چلا رہا ہوں۔"

"ہم بھی تو اِسی انتظار میں ہیں۔" دونوں ایک ساتھ بولے۔

انھوں نے دو فائر کر دیے ۔ گولیاں ٹھیک ان کے سینوں پر لگیں ۔ اور ساتھ ہی وہ ان پر آ پڑے ۔ دونوں کے ہاتھ ایک ساتھ بلند ہوئے تھے ۔ انسپکٹر کامران مرزا فوراً ڈبکی لگا گئے، لیکن پھر انھیں یُوں لگا جیسے جی موف ان سے پہلے ان کی طرف گر رہا ہو ۔ اور ساتھ ہی اس کا مکّا ان کی کن پٹی پر کچھ اس زور سے لگا کہ وہ چکرا گئے ۔ ساتھ ہی نگرانوں نے فائر

Uploaded By Muhammad Nadeem

کیے۔ جی موف اور سی مُون نے ان پر ایک نظر ڈالی، انھیں مُسکرا کر دیکھا اور بولے:

"نواب صاحب سے کہ دینا۔ اپنی زمینوں کا رُخ نہ کریں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ انسپکٹر کامران مرزا کی کار میں بیٹھ گئے اور یہ جا وہ جا۔ نگران ہکّا بکّا رہ گئے۔ پھر انسپکٹر کامران مرزا کی طرف دوڑے۔ گولیوں کی آواز اندر پہنچ چکی تھی۔ لہٰذا فوراً دوڑتے قدموں کی آوازیں سُنائی دیں۔ اسی وقت انسپکٹر کامران مرزا اُٹھتے نظر آئے۔ انھوں نے اس سمت میں دیکھا، جس طرف کار گئی تھی۔ کار کا اب دُور دُور تک پتا نہ تھا۔ لہٰذا وہ اندر کی طرف بڑھے:

"کیا ہوا؟ کیا ہوا؟ بہت سی آوازیں اُبھریں۔

"ہمیں پہلے نواب صاحب کی خبر لینی چاہیے۔ وہ بھی اندر بے ہوش پڑے ہیں۔"

"کیا کہا۔ اندر بے ہوش پڑے ہیں۔"

اور پھر وہ اندر کی طرف دوڑ پڑے۔ چاروں ایک ہی جگہ بے ہوش پڑے تھے۔ پہلے انھیں ہلایا جلایا گیا۔ پھر ڈاکٹر کو فون کیا گیا۔ انھیں اُٹھا کر بستروں پر ڈالا گیا۔ ڈاکٹر نے آ کر انھیں ایک ایک انجکشن دیا۔ اور پانچ منٹ بعد انھوں نے آنکھیں کھول دیں۔ آفتاب کی نظر جُوں ہی اپنے والد پر



پڑی، وہ چلّا اُٹھا:

"ابّا جان۔ جی موف۔ سی مُون۔"

"نہیں بھئی۔ نہ میں جی موف ہوں، نہ سی مون۔ وہ مسکرائے۔

"آپ۔ آپ میرا مطلب نہیں۔" آفتاب نے کہنا چاہا۔

"مجھے معلوم ہے۔ وہ دونوں تھوڑی دیر پہلے یہاں تھے۔ آپ لوگوں کو بے ہوش کر کے چلتے بنے۔ مجھ سے ان کی مُلاقات دروازے پر ہو چکی ہے۔"

"اوہ۔ تو وہ نکل گئے۔ آپ بھی انھیں نہیں روک سکے۔" آصف نے کہا۔

"ہاں؛ اس لیے کہ مَیں تیار نہیں تھا۔ اچانک انھیں دیکھا تو حیران رہ گیا، پھر میں نے ان پر گولیاں چلائیں تو وہ ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں۔ شاید انھوں نے پورے جسم پر بلٹ پروف لباس پہن رکھا تھا۔"

"اوہ۔ اوہ۔"

"تم جلدی جلدی تفصیل سناؤ۔ مَیں ان کا پیچھا چھوڑنا پسند نہیں کروں گا۔ وہ ضرور کوئی خطرناک ارادہ لے کر آئے ہیں۔ صرف ہمارے چکر میں اگر آئے ہوتے تو پھر نواب صاحب کے ہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"آپ کا خیال ٹھیک ہے۔ وہ کسی چکر میں معلوم ہوتے ہیں۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

کیے۔

کر دیکھ بولا اور پھر اس نے جلدی جلدی ساری تفصیل سنا دی۔

"ہوں۔ اس کا مطلب ہے۔ ہمیں پہلے چل کر سردار واصف اور حکیم شوکت صاحبان سے ملاقات کرنا ہو گی۔ نواب صاحب، ان کے پتے بتا سکیں گے آپ؟"

"کیوں نہیں۔ میری جیب میں ان کے کارڈ موجود ہوں گے۔ وہ دے دیتا ہوں۔"

ان کے کارڈ لیتے ہی وہ نکل آئے۔ نواب سلمی کی کار میں بیٹھے اور سردار واصف کے ہاں پہنچے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوٹھی کے اندر کوئی نہ ہو۔ گھنٹی کے جواب میں کوئی بھی دروازے پر نہ آیا۔

"کمال ہے۔ دروازہ اندر سے بند ہے، لیکن کوئی کھول نہیں رہا۔"

"ہمیں اندر داخل ہو جانا چاہیے۔ اندر ضرور گڑبڑ ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا پریشان ہو گئے اور پھر وہ ایک دیوار پھلانگ کر اندرونی دروازے تک پہنچے۔ اس دروازے کو انھیں توڑنا پڑا۔ صحن میں چند لوگ بندھے پڑے تھے۔ ان کے منہ میں بھی کپڑے ٹھنسے ہوئے تھے اور اوپر سے باندھ دیے گئے تھے۔

ایک منٹ بعد وہ سب آزاد تھے۔

"آپ سردار واصف ہیں۔" ادھیڑ عمر آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہاں اور آپ انسپکٹر کامران مرزا ہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔ وقت ضائع کیے بغیر بتا دیں۔ کیا ہوا تھا؟"

"دو ملاقاتی آئے تھے۔ وہ مجھ سے میری زمین خریدنا چاہتے تھے، لیکن میں نے انکار کر دیا۔ دونوں نے ہمیں باندھ ڈالا۔ اور یہ دھمکی دیتے ہوئے چلے گئے کہ اگر زمین کا رخ کیا تو لاشیں گرا دی جائیں گی۔"

سردار واصف کی بات سن کر وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ سی مون اور جی موف جیسے بڑے مجرم زمین کے چند ٹکڑوں کے چکر میں تھے۔ اب انھوں نے حکیم شوکت کا رخ کیا۔ وہاں کے حالات بھی مختلف نہیں تھے۔ انھوں نے بھی زمین کی کہانی سنائی۔

اب وہ واپس ہوئے۔ نواب سلمی کو حالات سنائے۔ ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"یہ۔ یہ سب کیا ہے؟"

"آپ کو فوراً ہمارے ساتھ چلنا ہے۔ ہم ان زمینوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ سردار واصف اور حکیم شوکت کی حالت اچھی نہیں تھی۔ وہ بہت دیر تک بندھے پڑے رہے۔ ورنہ ہم انھیں لے جاتے۔"

"چلیے۔ میں تیار ہوں۔ میرے مہمان تو یوں بھی رخصت ہو چکے ہیں۔ اس حادثے کی وجہ سے دعوت جلد ختم کر دی گئی۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

"یہ آپ نے اچھا کیا۔ کیا آپ تینوں کی زمینیں ساتھ ساتھ ہیں؟"

"ہاں بالکل۔"

وہ انھیں ساتھ لے کر زمینوں کی طرف روانہ ہوئے۔

"عجیب بات ہے۔ آخر وہ دونوں آپ لوگوں کی زمینوں کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں۔"

"کیا آپ بھی انھیں جانتے ہیں۔" نواب صاحب کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں۔ بہت اچھی طرح۔ یہ لوگ تو بہت بڑے بڑے کام کرنے والے ہیں۔ زمین کے ٹکڑوں سے انھیں بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔ ان زمینوں کے نیچے سے کوئی قیمتی دھات نکلنے کا امکان ہو۔ اور یہ بات انھیں کسی طرح معلوم ہو گئی ہو۔"

"اگر ایسا ہے۔ تو پھر وہ دھات ہمارے ملک کے کام آئے گی۔ نہ کہ ان کے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنا کر کہا۔

"بالکل ٹھیک۔ وہ ہماری زمینیں ہیں۔ نہ کہ ان کی۔" فرحت بولی۔

"لیکن ان کی دھمکی بہت عجیب ہے۔ یہ کہ زمینوں کا رُخ نہ کرنا۔ ورنہ لاشیں گرا دی جائیں گی۔" نواب سلمی بڑبڑائے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"فکر نہ کریں۔ آپ ہمیں زمینیں دکھا کر واپس لوٹ جائیں —
وہاں صرف ہم رہیں گے۔"

"اوہ — اچھا" انھوں نے اطمینان کا سانس لیا — شاید وہ خوف زدہ
ہو گئے تھے —

آخر وہ زمینوں کے نزدیک پہنچ گئے، لیکن ابھی گاڑی سے اترے
نہیں تھے کہ ایک عجیب بات ہوئی —

Uploaded By Muhammad Nadeem

# تلاشی

انگورا ہوٹل کے سامنے رک کر انھوں نے پہلے اِردگرد کا جائزہ لیا۔ پھر کار کو پارک کی طرف لیتے چلے گئے۔ انھیں خان رحمان کی بڑی کار لانا پڑی تھی۔ اور اس وقت وہ سب بہترین قسم کے میک اپ میں تھے۔ انھیں پہچاننا آسان کام نہیں تھا۔

"ویسے جمشید۔ پہلے ہمیں شوکی برادرز سے مل لینا چاہیے تھا۔ ان سے ہم ہوٹل انگورا کے بارے میں معلومات حاصل کر لیتے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"فکر نہ کریں۔ ابھی فون کر کے انھیں بلا لیں گے۔" وہ مسکرائے۔ ابھی تک ہوٹل کا کوئی بیرا ان کی طرف نہیں آیا تھا۔ انسپکٹر جمشید کار پارک کے نگران کی طرف بڑھے:

"کیا یہاں کے بیرے آنے والوں کا سامان نہیں اٹھاتے؟"

"ہوٹل میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ جن لوگوں نے کمرے بک کرا رکھے تھے۔ وہ تمام بھی آ چکے ہیں۔ اب کوئی ایسا کمرہ بھی موجو

Uploaded By Muhammad Nadeem



نہیں۔ جو بک کرایا ہوا ہو اور ابھی مسافر آئے نہ ہوں۔ ان حالات میں بیرے آ کر سامان کس طرح اٹھائیں گے۔ وہ جانتے ہیں۔ آپ کو سامان واپس لے جانا پڑے گا۔" نگران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔ آؤ بھئی۔ سامان گاڑی میں ہی رہنے دو۔"

"لیکن۔ یہاں اتنا رش کیوں ہے؟"

"یہ ہوٹل شہر کا سب سے بہترین ہوٹل ہے۔ اس میں ان گنت خوبیاں ہیں، بڑے بڑے لوگ اس میں رہنا پسند کرتے ہیں، کئی کئی ماہ پہلے کمرے بک کرانا پڑتے ہیں۔"

"ہوں۔ خیر۔" وہ بڑبڑائے اور پھر ہوٹل کے دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔

ہال میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ کاؤنٹر پر بھی کچھ لوگ کھڑے تھے۔

"جمشید! یہاں تو دال گلتی نظر نہیں آتی۔" خان رحمان نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"دال گلے گی اور ضرور گلے گی۔ بس دیکھتے جاؤ۔" انھوں نے پُریقین لہجے میں کہا اور سیدھے کاؤنٹر پر جا کھڑے ہوئے:

"ہمارے کمرے بک ہیں۔ ان کے نمبر بتا دیجیے۔" انھوں نے

تیز آواز میں کہا۔

"غلط۔ بالکل غلط۔ اس وقت پورے ہوٹل میں ایک کمرہ بھی خالی نہیں۔ اگر کوئی کمرہ بک ہوتا تو ضرور خالی پڑا ہوتا۔" "آپ اپنا رجسٹر دیکھ لیں۔ کیپٹن سام کے نام دو کمرے بک ہوں گے۔"

"کیپٹن سام۔" اس کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"م۔ معاف کیجیے گا جناب۔ سرور گورایا صاحب نے یہ نام لکھوا رکھا ہے۔ لیکن جب آپ کا فون آیا، اس وقت چوں کہ تمام کمرے فل تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنے رہائش والے دو کمروں میں سے ایک بڑا کمرہ خالی کرا دیا۔ وہ ایک کمرہ دو کے برابر ہے اور آپ لوگوں کا گزارہ بخوبی ہو سکتا ہے۔"

"کیوں بھئی۔ نواب بندوق خان۔ دال گلی یا نہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ن۔ نواب بندوق خان۔ کک۔ کیا مطلب؟" خان رحمان ہکلائے، کیوں کہ چلتے وقت نہ تو انسپکٹر جمشید نے اپنا نام کیپٹن سام انھیں بتایا تھا۔ اور نہ ان کے نئے نام بتائے تھے۔ اس لیے خان رحمان گڑبڑا اٹھے۔

"کمال ہے انکل۔ آپ اپنے بچپن کے ناموں کو پسند کیوں نہیں کرتے آخر۔" فرزانہ جلدی سے بولی۔

"اوہ۔ ہاں۔ خیر کوئی بات نہیں۔ باقی رہی دال کی بات۔ اس بے چاری کی کیا مجال ہے کہ نہ گلے۔" انھوں نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کک۔ کس بے چاری کی بات کر رہے ہو بھئی خ۔" پروفیسر داؤد بولے۔ آخر میں وہ خ کہ کر اس لیے رُک گئے کہ محمود نے فوراً بات کاٹ دی تھی۔ ورنہ ان کے منہ سے خان رحمان نکلنے لگا تھا:

"جی یہ۔ دال بے چاری کی بات ہو رہی ہے۔"

"میرا خیال ہے۔ آپ لوگ کچھ تھکے ہوئے ہیں۔ آخری منزل پر تشریف لے جائیں۔ بیرا آپ کے ساتھ جائے گا۔ جاؤ نمبر ۱۱۔ کل جو کمرہ درست کیا تھا نا۔ انھیں اس میں چھوڑ آؤ۔"

"بہت بہتر جناب۔" اس نے کہا۔

وہ اوپر پہنچے۔ کمرہ واقعی بہت کشادہ تھا اور ان کے گزارے کے لیے بہت کافی تھا۔ بیرے کے جانے کے بعد پروفیسر داؤد بولے:

"جمشید۔ یہ تم کیپٹن سام اور خان رحمان نواب بندوق خان کب سے ہو گئے؟"

Uploaded By Muhammad Nadeem

"صرف ہم ہی نہیں۔ آپ بھی پروفیسر صندوق ہو چکے ہیں۔ اور یہ تینوں اب اونے، پونے اور رونی ہیں۔"

"واہ۔ کس قدر خوب صورت نام الاٹ ہوئے ہیں۔ نام ہوں تو ایسے۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"بھئی مجھے تو جلدی میں اپنا نام کیپٹن سام اور نواب بندوق خان ہی سوجھا تھا۔ کیا کرتا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"لیکن ابا جان۔ اس وقت تو آپ جلدی میں نہیں ہیں۔ ہمارے لیے یہ اونے پونے ہی رہ گئے ہیں۔"

"اور میرے لیے رونی۔" فرزانہ نے رونی صورت بنا کر کہا۔

"جو رکھے گئے۔ رکھے گئے۔ اب ان میں تبدیلی نہیں ہو گی۔" انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے اور وہ سہم کر رہ گئے۔

"اب دیکھیں پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ مسٹر جی موف اور مسٹر سی مون سے کہاں اور کن حالات میں ملاقات ہوتی ہے۔ فی الحال تو ان کے دور دور تک آثار نظر نہیں آ رہے۔" محمود بڑبڑایا۔

"وہ بھی میک اپ اور فرضی ناموں کے ساتھ ہوں گے۔" فاروق بولا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem



"لیکن میرا خیال ہے۔ کمرے میں رہ کر مزا نہیں آئے گا۔ ہمیں ہال میں چلنا چاہیے۔" خان رحمان بولے۔

"پہلے آپ یہ تو بتا دیں۔ آپ یہ کمرہ حاصل کرنے میں کامیاب کس طرح ہو گئے۔ کیپٹن سام آخر کون صاحب ہیں؟"

"ایک مرتبہ اس ہوٹل میں ایک کیپٹن سام آ کر ٹھہرے تھے۔ انھی دنوں کی بات ہے۔ یہاں ایک بہت جھگڑالو قسم کے اور لڑاکا گاہک سے ہوٹل کے مالک سرور گورایا کی زبردست جھڑپ ہوئی تھی۔ وہ شخص مرنے مارنے پر تل گیا تھا۔ اس نے پستول اور خنجر ایک ساتھ نکال لیے تھے۔ سارا ہال سکتے میں آ گیا تھا۔ پھر اس کے قدم سرور گورایا کی طرف اٹھنے لگے۔ سرور گورایا اس وقت خالی ہاتھ تھا۔ اور ادھر گاہک کی آنکھیں خون برسا رہی تھیں، اگر اسے نہ روکا جاتا تو وہ سرور گورایا کو ضرور ہلاک کر دیتا۔ ایسے میں جو شخص حرکت میں آیا۔ وہ کیپٹن سام ہی تھا۔" انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن ابا جان۔ آپ کو یہ سب باتیں کس طرح معلوم ہیں؟"

"اس طرح کہ کیپٹن سام میں ہی تھا۔"

"ارے! ہائیں" ان کے منہ سے نکلا۔

"یہی وجہ ہے کہ میں نے دارالحکومت سے روانہ ہوتے وقت جب سرور گورایا کو فون کیا تو اُس نے جواب میں یہی کہا کہ آپ کے لیے اور ہوٹل میں جگہ نہ نکلے۔"

"بہت خوب۔ اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ اس ہوٹل کا مالک آپ کا دوست ہے۔"

"اگر تم اسے دوستی کہ سکتے ہو تو کہہ لو۔ اب ذرا نیچے چلیں۔" وہ بولے۔

وہ ہال میں آ کر بیٹھ گئے۔ چوں کہ سب کو بھوک لگی تھی۔ اس لیے کھانے کا آرڈر دے دیا گیا۔ اچانک ہوٹل کے دروازے پر پولیس نظر آئی۔ وہ چونک اُٹھے:

"اوہو۔ پولیس والے تو ہوٹل کو گھیرے میں لے چکے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

اسی وقت پولیس اندر داخل ہو گئی۔ ایک انسپکٹر اور ایک سب انسپکٹر سیدھے کاؤنٹر پر گئے۔ ہال میں موجود لوگ قدرے پریشان ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

"مسٹر سرور گورایا کہاں ہیں؟"

"اپنے کمرے میں ہوں گے۔ کیا بات ہے جناب؟" کلرک نے حیران ہو کر پوچھا۔



"ہوٹل کے خلاف ہمیں ایک عدد شکایت ملی ہے۔ ہم ہوٹل کو چیک کریں گے۔ ہمارے پاس تلاشی کے وارنٹ ہیں۔" انسپکٹر نے سرد آواز میں کہا۔

"شکایت کیا ہے؟" کلرک پریشان ہو گیا۔

"یہ ہم مسٹر سرور کو بتائیں گے۔" وہ بولا۔

"وُہ اپنے کمرے میں ہیں۔ آپ وہیں جا کر بات کرنا پسند کریں گے یا پھر میں انھیں یہاں بلاؤں۔" کلرک نے کہا۔

"یہیں بُلا لیں۔" انسپکٹر نے اسے گھورا۔

اس نے فون کا ریسیور اُٹھایا اور اس میں بولا:

"ہیلو۔ ہیلو سر۔ ہیلو۔ ارے۔ مسٹر گورایا کہاں چلے گئے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے ریسیور رکھ دیا اور بولا:

"تھوڑی دیر پہلے ہی تو وُہ اپنے کمرے میں گئے تھے۔ اس شخص کو پولیس کے حوالے کر کے۔ خیر۔ میں خود جا کر دیکھتا ہوں انھیں۔"

"کوئی گڑبڑ لگتی ہے۔ ہم بھی ساتھ چلیں گے۔" پولیس انسپکٹر نے کہا۔

"آئیے۔ آپ بھی آئیے۔"

وُہ انھیں ساتھ لے کر ہوٹل کے اندرونی حصّے کی طرف بڑھ گیا:

Uploaded By Muhammad Nadeem

"کیا آپ اپنے دوست کی مدد نہیں کریں گے ابّا جان؟" محمود نے اُن کی طرف مُڑتے ہوئے پُوچھا۔

"پہلے معلوم تو ہو۔ یہ لوگ تلاشی کیوں لینا چاہتے ہیں؟" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"آپ کے دوست سرور گورایا کہیں کوئی غلط کام تو نہیں کرتے؟" فاروق بولا۔

"یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ میں اس سے زیادہ واقف نہیں ہوں۔"

"تو پھر کیوں نہ ہم بھی اندر چلیں۔"

"ہاں! یہ مناسب رہے گا۔"

بیروں نے ابھی ان کی میز پر کھانا لگانا شروع نہیں کیا تھا ۔ انھوں نے اشارے سے ایک کو پاس بلایا اور بولے:

"ہم بھی ذرا مسٹر گورایا کے کمرے تک جا رہے ہیں ۔ ابھی کھانا نہ لگائیں ۔ پولیس کے جانے کے بعد کھائیں گے۔"

"او کے سر۔" اس نے کہا۔

وہ اُٹھے اور گورایا کے دفتر کی طرف چل پڑے ۔ دفتر کا دروازہ کھلا تھا، پولیس والے اور کلرک اندر بیٹھے نظر آئے ۔ ان کے چہروں پر اُلجھن اور حیرت تھی:

"کیا ہوا ۔ مسٹر گورایا نہیں ملے؟" اِنسپکٹر جمشید بولے۔



"آئیے مسٹر کیپٹن سام ۔ تشریف لائیے۔"

"کیپٹن سام ۔ کیا مطلب؟"

"یہ مسٹر سرور گورایا کے دوست ہیں ۔ ابھی ابھی اپنے شہر سے آئے ہیں، ان کی بھی ابھی ان سے مُلاقات نہیں ہوئی۔"

"اوہ اچھا ۔ تشریف رکھیے جناب۔" انسپکٹر نے کہا اور اپنے ساتھی کی طرف دیکھنے لگا۔

"آپ گورایا صاحب کی عدم موجودگی میں بھی تو تلاشی لے چکے ہیں ۔ اپنا کام شروع کر دیں، لیکن پہلے وارنٹ دکھا دیں۔" ایل گیئیں نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ وہ گئے کہاں ۔ تھوڑی دیر پہلے تو ۔ خانہ تھے؛ اور صدر دروازے سے انھیں کسی نے جاتے ہوئے دیکھا نہیں"

"ہو سکتا ہے، پچھلے دروازے سے کسی اچانک ضرورت سے کہیں چلے گئے ہوں۔"

پولیس والوں نے بے یقینی کے عالم میں سر ہلا دیئے ۔ چند منٹ گزرنے کے بعد انسپکٹر نے کہا:

"ٹھیک ہے ۔ ہم تلاشی لے لیتے ہیں، گورایا صاحب بھی آ جائیں گے۔"

"وارنٹ دکھا دیں۔"

انسپکٹر نے جیب سے وارنٹ نکال کر ان کی طرف بڑھا دیے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

انھوں نے بغور پڑھنے کے بعد کہا:

"ٹھیک ہے۔آپ تلاشی لے لیں، لیکن اتنا تو بتا دیں، شکایت کیا ملی ہے؟"

"شکایت ہے کہ اس ہوٹل کے نیچے ایک تہ خانہ ہے اور اس

انسپکٹر تہ خانے میں منشیات بھری ہوئی ہیں۔ یعنی ہیروئن اور چرس

کرتے؟ ۔گویا اس ہوٹل کے ذریعے ہیروئن کا کاروبار ہو رہا ہے۔"

"یقین نہیں آ رہا کہ یہاں ایسی کوئی بات ہوگی

نہیں ہوں، ہم ابھی تہ خانہ دریافت کر لیں گے۔"

"تو پھر ہم آپ کے ساتھ رہیں گے۔" انسپکٹر جمشید

تا۔

"ہاں ہمیں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

ہوٹل کی تلاشی شروع ہوئی۔ پولیس والوں کو لوگوں کی تلاشی تھا تو لینا نہیں تھی۔ انھیں تو تلاش تھی ایک عدد تہ خانے کی، لہٰذا انھیں تو صرف نچلی منزل کے کمروں کے فرشوں اور دیواروں کو ٹھوک بجا کر دیکھنا تھا۔ وہ یہ کام کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ایک کمرے کے فرش پر جب وزنی چیزیں ماری گئیں تو عجیب سی گونج دار آواز سنائی دی۔ انسپکٹر نے پُرجوش آواز میں کہا:

"مل گیا تہ خانہ۔ مل گیا۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem



"ہمیں تو ابھی تک نظر نہیں آیا۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"بس دیکھتے جائیں۔ کھود و بھئی۔ اس کمرے کے فرش کو کھود دو۔"

کانسٹیبل فرش پر پھاوڑے چلانے لگے۔ نہ جانے کیوں ایسے میں ان کے دل دھک دھک کرنے لگے۔ اگرچہ یہ ہوٹل ان کا نہیں تھا۔

فرش اکھڑتا چلا گیا۔ اور پھر اس کے بیچوں بیچ ایک چوکور خلا نظر آنے لگا۔ اب تو ان کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں:

"دیکھا جناب۔ ہم نہ کہتے تھے۔" انسپکٹر چہکا۔

"ہاں! آپ ٹھیک کہتے تھے۔ ہوٹل کے نیچے واقعی تہ خانہ ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس میں نشہ آور دوائیں بھری ہوئی ہوں، کسی ہوٹل کے نیچے ضرورت کے تحت تہ خانہ بنوایا جا سکتا ہے۔ یہ کوئی جرم نہیں۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنا کر کہا۔

"ہاں یہ کوئی جرم نہیں۔ لیکن جب تہ خانے میں منشیات رکھی جائیں تو یہ تہ خانہ جرم کی جگہ بن جاتا ہے۔"

"اوکے۔ نیچے تشریف لے جائیے۔ اگر منشیات موجود ہوں تو ہمیں بھی بلا لیجیے گا، لیکن میرا مشورہ ہے کہ ابھی نیچے نہ اتریں۔ نہ جانے ہوا کب کی بند ہو گی۔ کہیں آپ لوگ بے ہوش نہ ہو جائیں۔"

"ہم ہوا کے صاف ہونے کا انتظار ضرور کریں گے۔" انسپکٹر مسکرایا۔ آخر پندرہ منٹ بعد وہ نیچے اترنے لگے۔ جوں ہی ان کے سر غائب ہوئے، فاروق بولا:

"میرا خیال ہے۔ اب یہاں سے نکل چلیے۔ ورنہ بہت مذاق اڑے گا ہمارا۔"

"کیوں! مذاق کیوں اڑے گا۔"

"تہ خانہ تلاش کیا جا چکا ہے۔ اور مجھے یقین ہو چلا ہے کہ اس میں منشیات بھی ہوں گی۔"

"اگر ایسا ہو تب بھی یہ ہمارا جرم نہیں ہو گا۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم سرور گورایا کے بارے میں خوش فہمی میں مبتلا تھے۔" انھوں نے پُرسکون آواز میں کہا۔

عین اسی وقت انھوں نے اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنی۔

وہ چونک کر مڑے۔



# تہ خانہ

ہوٹل کے پچھلے حصّے میں پہنچ کر سرور گورایا ایک کوارٹر کے سامنے رک گیا۔ اس نے دروازے پر دستک دی اور ایک قدم پیچھے ہٹ آیا۔ چند سیکنڈ بعد ہی دروازہ کھلا اور ایک بوڑھے بیرے کی شکل نظر آئی:

"ارے۔ آپ۔ آپ نے یہاں آنے کی زحمت کیوں گوارا کی۔ مجھے بلا لیا ہوتا۔ کیا ہوٹل میں کوئی کام ہے؟"

"نہیں۔ ایک اور ہی بات ہے۔ ہم یہیں آنے پر مجبور تھے۔"

"تو۔ تو۔ کیا آپ کوارٹر میں بیٹھ کر بات کرنا چاہتے ہیں؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں!" سرور نے جلدی سے کہا۔

"آئیے جناب۔" اس نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

وہ اندر داخل ہوئے اور چارپائیوں کی پٹیوں پر ٹک

Uploaded By Muhammad Nadeem

گئے :

"اب فرمائیے۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"آپ کو اس ہوٹل میں ملازمت کرتے ہوئے پندرہ سال بیت گئے۔ یہ بات ٹھیک ہے نا۔" شوکی نے بات شروع کی۔

"ہاں! اس نے سرد آہ بھری۔

"آپ ہوٹل میں کام کیا کرتے ہیں؟"

"باورچی ہوں۔" اس نے بتایا۔

"آپ کو یاد ہو گا۔ اس ہوٹل میں ملازمت کرنے سے پہلے آپ کیا کام کرتے تھے؟"

"اس ہوٹل سے پہلے۔" اس نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"ہاں! آپ اس وقت بوڑھے ہیں، پندرہ سال پہلے ادھیڑ عمر رہے ہوں گے، آخر اس وقت بھی کسی نہ کسی طرح تو روزی کماتے ہی ہوں گے۔"

"ہاں! کیوں نہیں۔ میں ایک ہوٹل میں ہی کام کرتا تھا۔" اس نے پھر سرد آہ بھری۔

"اس ہوٹل کا نام بتا دیں؟"

"نام تو اب مجھے یاد نہیں رہا۔ وہ ہوٹل بھی ختم ہو گیا تھا۔" اس نے کہا۔

"آپ ہندو ہیں یا مسلمان؟ اچانک آفتاب نے پوچھا۔



"جی کیا مطلب؟" وہ زور سے چونکا۔

"میں نے پوچھا ہے کہ آپ ہندو ہیں یا مسلمان اور یہ سوال اس قدر مشکل نہیں کہ آپ اس کا جواب نہ دے سکیں۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں، یہ سوال اتنا مشکل نہیں۔ میں مسلمان ہوں۔"

"شکریہ! یہ بہت اچھی بات ہے۔ کیا آپ پندرہ سال پہلے بھی مسلمان تھے؟"

"کک۔ کیا مطلب؟" اس بار وہ اور زور سے چونکا۔

"پندرہ سال پہلے بھی آپ مسلمان تھے۔ یا پھر ہندو۔"

"مم۔ مسلمان۔" اس نے مشکل سے کہا۔

"لیکن آپ کے گھر میں چند چیزیں ایسی ہیں۔ جو صرف ہندوؤں کے گھروں میں پائی جاتی ہیں۔"

"کک۔ کون سی چیزیں؟" وہ دھک سے رہ گیا۔

"آتش دان پر رکھی ہوئی یہ ننھی سی مورتی۔ دیواروں پر لگی ہوئی یہ چند تصاویر۔ جن میں ہندوانہ رسم و رواج کی جھلکیاں موجود ہیں۔ آتش دان کے اوپر دیوار سے لٹکا ہوا رامائن کا یہ نسخہ۔ ان کا نام کیا ہے گوارایا صاحب؟"

"جیون شاہ۔" سر گورایا نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"مسٹر جیون شاہ۔ اب بتائیے پندرہ سال پہلے آپ ہندو تھے یا مسلمان؟"

"آخر یہ سب باتیں آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ بات کیا ہے؟" اس نے جل بھن کر کہا۔

"اجازت ہے سرور گورایا صاحب۔ کیا ہم انھیں بتا دیں کہ ہم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں؟" شوکی نے اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں بتا دیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"تو سنیے مسٹر جیون شاہ۔ پندرہ سال پہلے یہ ہوٹل مسٹر سرور نے ایک ہندو بیوپاری سے خریدا تھا۔ اس کا نام راج چندر تھا۔ ہوٹل اس کا اپنا تھا۔۔ ہوٹل اس سے خریدنے کے بعد سرور صاحب نے اس میں کچھ تبدیلیاں کیں۔ ان تبدیلیوں کے سلسلے میں نچلی منزل کے فرش بھی اکھڑوائے۔ ایک کمرے کے فرش کے درمیان میں ایک چوکور خلا نظر آیا۔ اس کے اندر اترنے پر معلوم ہوا، ہوٹل کے نیچے ایک بہت بڑا تہ خانہ ہے۔"

"اوہ!" جیون شاہ کے منہ سے نکلا۔

"اس تہ خانے میں ان گنت مورتیاں۔ پتھر کی مورتیاں بھری پڑی تھیں۔ اسی روز مسٹر گورایا کو راج چندر کا خط ملا۔ کہ خبردار اس تہ خانے کو بند کر دیا جائے اور اس تہ خانے اور مورتیوں کے بارے میں کسی کو بھی کچھ نہ بتایا جائے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem



ورنہ انجام بُرا ہوگا۔ دوسری دھمکی اس نے یہ دی کہ ہوٹل کو فروخت بھی نہ کیا جائے۔ سرور گورایا صاحب نے تہ خانہ بند کرا دیا، انھیں مورتیوں سے یوں بھی دل چسپی نہیں تھی، نہ ہوٹل فروخت کرنے کی کوئی ضرورت تھی۔ لیکن اب آ کر دو نامعلوم آدمیوں نے ہوٹل خریدنے کے لیے سرور صاحب کو دھمکیاں دینا شروع کیں۔ تو یہ پریشان ہو گئے۔ انھوں نے ہماری خدمات حاصل کیں۔ ہمیں اس تہ خانے کے بارے میں بتایا۔ تو پندرہ سال بعد پھر اس کی دھمکی ملی۔ ان حالات پر غور کرنے کے بعد ہم نے مسٹر گورایا سے سوال کیا کہ کیا ہوٹل خریدنے کے فوراً بعد انھوں نے کسی آدمی کو ملازم رکھا تھا۔ جو آج تک بدستور ملازم چلا آ رہا ہو۔ تو انھوں نے آپ کا نام بتایا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آپ کے سامنے موجود ہیں۔ مسٹر جیون شاہ۔" شوکی یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"کیا مطلب؟" اس نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"ہمارا اندازہ ہے۔ بلکہ اب تو ہم یہ بات یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ ہی راج چندر ہیں۔ ہوٹل فروخت کرنے کے باوجود آپ ہوٹل سے ایک دن کے لیے بھی جدا نہیں ہوئے۔"

"کیا!!!" جیون شاہ اور سرور گورایا ایک ساتھ چلّائے۔

جیون شاہ کا رنگ انھیں اُڑتا نظر آیا۔ جسم میں کپکپی کے آثار
تھے۔ آخر اس نے کہا:

"میں جیون شاہ ہوں۔ میں کسی راج چندر کو نہیں جانتا۔"

"تب پھر ہم آپ کے چہرے سے میک اپ اُتار دیتے ہیں، اگر اس میک اپ کے نیچے سے راج چندر کا چہرہ نہ نکل آئے تو کہیے گا۔" شوکی نے مسکرا کر کہا۔

"اُف!" اس کے منہ سے نکلا۔

"کیا آپ اس سے بھی انکار کرتے ہیں۔ کہ آپ میک اپ میں ہیں۔"

اس نے جواب میں کچھ نہ کہا۔ گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا:

"آپ کا راز اب راز نہیں رہا۔ آپ لاکھ کہیں۔ میں راج چندر نہیں ہوں۔ لیکن آپ ہیں راج چندر۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔" اس نے مُردہ آواز میں کہا۔

"اوہ!" سرور گورایا کے چہرے پر حیرت ہی حیرت دوڑ گئی۔

"اب جب کہ آپ نے یہ اقرار کر لیا ہے۔ تو یہ بھی بتا دیں۔ یہ سب آخر کیا چکر ہے۔ آپ نے ہوٹل کیوں فروخت کیا۔ اور پھر اپنے ہی ہوٹل میں باورچی کی حیثیت سے پندرہ



سال کیوں گزارے۔"

"میں ہوٹل کو فروخت کرنا چاہتا تھا۔ لیکن مورتیوں کو چھپائے رکھنے کا بھی پروگرام تھا۔ اس لیے میں نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی کے ہاتھ اس ہوٹل کو فروخت کر دوں اور خود غائب ہو جاؤں؛ چناں چہ میں نے ایسا ہی کیا۔ سرور صاحب سے اس کا سودا کیا اور خود غائب ہو گیا۔ لیکن پھر باورچی کے روپ میں یہاں آ گیا۔ تا کہ ہوٹل میری نظروں میں رہے۔ دراصل مجھے ہوٹل سے نہیں۔ تہ خانے میں موجود ان مورتیوں سے دل چسپی تھی، وہ مورتیاں مجھے جان سے زیادہ پیاری تھیں" وہ کہتا چلا گیا۔

"آخر کیوں۔ ان مورتیوں میں ایسی کیا خاص بات ہے؟"

"میں بنیادی طور پر ایک پجاری ہوں۔ مورتیوں سے مجھے دل چسپی نہیں ہو گی تو پھر کسے ہو گی۔ بہر حال میں نے یہ پندرہ سال اس لیے یہاں گزارے ہیں کہ کوئی موقع ہاتھ آ جائے۔ حالات میرا ساتھ دیں اور میں اپنی مورتیاں یہاں سے نکال لے جاؤں۔ ویسے یہ مورتیاں آثارِ قدیمہ والے، عجائب گھروں والے اور عجائبات جمع کرنے کے شوقین لوگ منہ مانگے دام دے کر خریدتے ہیں۔ لیکن میں صرف مورتیوں کو چاہتا ہوں۔ ان کو فروخت کرنے کے بارے میں تو میں سوچ بھی نہیں سکتا۔" وہ ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

شوکی برادرز اور سرور گورایا سوچ میں ڈوب گئے، آخر شوکی نے کہا:

"ان حالات میں مسٹر گورایا — بہتر یہی ہے کہ آپ مورتیاں ان کے حوالے کر دیں، کیوں کہ انھوں نے آپ کے ہاتھ صرف ہوٹل فروخت کیا تھا — مورتیاں نہیں — یا پھر آپ آپس میں کوئی فیصلہ کر لیں۔"

"یہ بات تو ظاہر ہو چکی ہے کہ مورتیاں بہت قیمتی ہیں — یہ بھی ٹھیک ہے کہ میں نے ہوٹل خریدا تھا — لیکن ہوٹل ساز و سامان سمیت خریدا تھا — لہٰذا اس میں مورتیاں بھی آ گئیں — کیوں مسٹر راج چندر؟"

"جی نہیں — مورتیوں کا سودا تو میں کر ہی نہیں سکتا تھا، آپ معاہدہ نکال کر دیکھ لیں — اس میں یہ الفاظ درج ہیں کہ ہوٹل میں کسی جگہ اگر میری کچھ مورتیاں رہ گئیں تو میں وہ بعد میں بھی لینے کا حق دار ہوں گا اور ان مورتیوں پر آپ کا کوئی حق نہیں ہو گا۔"

"اوہ ہاں — مجھے یاد آ گیا — آپ نے ہوٹل فروخت کرتے وقت یہ الفاظ لکھوائے تھے — افسوس میں نے اس وقت کوئی توجہ نہیں دی تھی۔"

"تب تو پھر — مورتیوں کے مالک مسٹر راج چندر ہی ہوئے۔"



شوکی نے فوراً کہا۔

"ہاں — بالکل۔" سرور گورایا کے منہ سے نکلا۔

"لیکن — یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ تو کسی وقت بھی اپنا حق مورتیوں پر ثابت کر سکتے تھے اور قانون کے ذریعے ان کو حاصل کر سکتے تھے — پھر آپ کیوں خاموش بیٹھے رہے؟"

"بس ان سب باتوں کے باوجود میں مورتیوں کو نہایت خاموشی سے نکال لے جانے کے چکر میں رہا۔" راج چندر نے بتایا —

"ہوں! پھر — اب آپ کیا کریں گے؟" شوکی نے جلدی جلدی کہا —

"اگر مسٹر گورایا میری مدد کریں تو میں یہ کام اب بھی خاموشی سے کر سکتا ہوں — اور اس میں ان کا کوئی نقصان نہیں ہو گا — میں انھیں اپنی پندرہ سال کی بچت دے سکتا ہوں، قریباً نصف تنخواہ بچاتا رہا ہوں۔"

"نہیں — مجھے ضرورت نہیں — آپ جیسے چاہیں مورتیوں کو لے جا سکتے ہیں۔"

"لیکن اس سے پہلے ہم ایک نظر ان مورتیوں کو دیکھنا پسند کریں گے۔" شوکی بول اٹھا —

Uploaded By Muhammad Nadeem

"ضرور۔ کیوں نہیں"۔ راج چندر نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"تب پھر۔ اسی وقت یہ کام کر لیا جائے، کیوں کہ پھر ہم مسٹر گورایا سے رُخصت چاہیں گے۔"

"اور ان دو پُر اسرار خریداروں کا کیا ہوگا۔ اصل میں تو مَیں نے ان کے لیے آپ لوگوں کو بلایا تھا۔" سرور گورایا نے فکرمندانہ کہا۔

"آپ انھیں بُلا لیجیے گا۔ اور بتایئے گا کہ ہوٹل فروخت کرنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن ساتھ میں یہ بھی بتا دیجیے گا کہ ہوٹل کا سابقہ مالک مورتیاں لے جا چکا ہے۔ ہمیں یقین ہے۔ وُہ بھی ان مورتیوں کی وجہ سے ہوٹل خریدنا چاہتے ہیں۔" شوکی نے کہا۔

"گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وُہ یہ سُن کر چل دیں گے۔" سرور گورایا بولا۔

"ہاں! اور مسٹر راج چندر کی تلاش میں لگ جائیں گے۔"

"ارے باپ رے۔ اس طرح تو میں مصیبت میں پڑ جاؤں گا۔"

"نہیں۔ آپ مورتیاں لے کر جلد از جلد کہیں دُور نکل جائیں، ہم اُن سے یہ بات پندرہ دن بعد کریں گے۔" شوکی نے گویا

فیصلہ سُنایا۔

"بہت بہت شکریہ۔ آپ لوگوں نے تو میری مدّتوں کی فکر دُور کر دی۔" پُجاری خوش ہو گیا۔

"تب پھر چلیے۔"

وُہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور تہ خانے والے کمرے میں آئے، لیکن یہاں تو منظر ہی اور تھا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

# بڑے بہادر

آگ کا ایک بہت بڑا شعلہ زمین سے اچانک بلند ہوا تھا اور پھر ان کی طرف لپکا۔ وہ چلّائے اور پیچھے کی طرف دوڑے، لیکن شعلہ برابر ان کے تعاقب میں تھا۔ بالکل کسی انسان کی طرح۔

"یا اللہ رحم۔ یہ شعلہ یا کوئی جن بھوت۔" آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"انکل۔ اس پر فائر کیجیے۔" آصف چلّایا۔

"کیا کر رہے ہو۔ شعلے پر فائر۔" فرحت کے منہ سے نکلا۔

"بھئی واہ۔ نہ ہوا یہاں فاروق، فوراً کہہ اٹھتا۔ شعلے پر فائر، یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"تم جو موجود ہو۔ تم کہہ ڈالو۔" فرحت نے جل کر کہا۔

"اور کہنے میں کسر کیا رہ گئی۔" آصف بولا۔

"تت۔ تم۔ تم لوگ بھی عجیب ہو۔ موت کی آگ ہمارے تعاقب



میں ہے۔ اور تم جھک کر باتیں کر رہے ہو۔" نواب سلمٰی کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"عجیب ترین کہیے انکل۔ لیکن صرف ہم ہی عجیب ترین نہیں ہیں۔ ہمارے کچھ ساتھی اور بھی ہیں۔ ارے باپ رے۔ یہ۔ یہ تو درمیانی فاصلہ کم ہو رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ شعلے کی رفتار ہم سے زیادہ ہے۔"

"نام پر نام۔ شعلے پر فائر۔ موت کی آگ اور اب شعلے کی رفتار۔ آج تو واقعی یہاں فاروق کی موجودگی ضروری تھی۔" آفتاب نے کہا۔

"تو لے آؤ کہیں سے ڈھونڈ کر۔" فرحت بولی۔

"پہلے اس شعلے سے تو نجات پا لو۔" نواب سلمٰی نے جھلّا کر کہا۔

"ابا جان! اب تو واقعی آپ کو اس پر فائر کرنا پڑے گا، آپ نے سنا نہیں۔ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ تو پھر ضرور آگ کو آگ مارتی ہو گی۔" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن پستول کی گولی لوہے کی ہوتی ہے۔ آگ کی نہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"ہم اس شعلے پر فائر کرنے کے سوا کر ہی کیا سکتے ہیں انکل۔" فرحت بولی۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"خیر بھئی۔ اگر تم سب فائر کروانے پر ہی تل گئے ہو تو یہ لو۔"

یہ کہتے ہوئے انھوں نے پستول نکال لیا اور دوڑتے دوڑتے مڑے۔ ساتھ ہی ٹریگر دبا دیا۔ گولی سیدھی شعلے کی طرف گئی۔ فائر کی آواز بھی گونجی۔ لیکن شعلہ بدستور ان کے پیچھے رہا۔

"اس۔ اس کا تو بال بھی بیکا نہیں ہوا۔"

"شعلے کا بال۔ کمال ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

اور پھر جوں ہی وہ لوگ زمینوں کی حد سے باہر نکلے۔ شعلہ خود بخود رک گیا۔ اب وہ وہیں کھڑا چکرا رہا تھا۔

"اس شعلے میں ضرور کسی جن بھوت کی روح حلول کر گئی ہے۔ دیکھیے نا۔ بالکل زندہ مخلوق کی طرح ہمارے مقابلے پر ڈٹ کر کھڑا ہے۔ شرافت کا ثبوت اگر دیا ہے تو صرف اتنا کہ زمینوں کی حد سے باہر نہیں نکلا۔"

"چلو یہ بھی بہت ہے۔ ورنہ تو یہ ہم تک پہنچ گیا تھا۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

اب وہ شعلے سے دور کھڑے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہے تھے، لیکن صاف ظاہر ہے، اس کو کھا نہیں سکتے تھے۔

"اب کیا خیال ہے نواب صاحب۔" انسپکٹر کامران مرزا ان کی

Uploaded By Muhammad Nadeem



طرف مڑے۔

"مم۔ میں کیا خیال ظاہر کروں۔ میری تو عقل جواب دے گئی ہے۔"

"اور ہماری عقلیں دنگ ہیں۔"

"خیر۔ میں عرض کرتا ہوں۔ آپ تینوں دوستوں کی زمینیں اب ان دونوں کے قبضے میں ہیں۔ یعنی سی مون اور جی موف کے۔ اور وہ دونوں کوئی معمولی آدمی نہیں۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ اس بار وہ اپنے ساتھ زندہ شعلے بھی لائے ہیں۔"

"ایک اور نام۔ زندہ شعلے۔"

"بھئی چپ رہو۔ کہیں تم میں فاروق تو نہیں آ گھسا۔" آصف نے جھلا کر کہا۔

"ارے باپ رے۔" آفتاب گھبرا کر خود کو ٹٹولنے لگا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" انسپکٹر کامران مرزا نے اسے گھورا۔

"فاروق کو ٹٹول رہا ہوں۔"

"ارے ہاں۔ ہم کیوں نہ فائر بریگیڈ کو بلائیں۔ جب وہ اس شعلے پر پانی کی بوچھاڑ کریں گے تو بھائی شعلے کو بھاگتے بنے گی۔" فرحت نے ترکیب بتائی۔

"آخر ہو نہ فرحت۔ تمھارے اندر سے ترکیبیں نہیں نکلیں گی تو اور کیا ہوگا۔" آصف نے منہ بنایا۔

"اچھا ہی ہے — ترکیبیں اتنی بُری چیز نہیں ہوتیں۔" آفتاب بولا —

"ٹھیک ہے — ہم فائر بریگیڈ کو بلائیں گے، تم لوگ یہیں ٹھہرو — ارے مگر — گاڑی تو ہم زمینوں میں ہی چھوڑ آئے ہیں —"

"اور — اور یہ شعلہ گاڑی کو چھو کر گزرا ہو گا۔"

"کک — کیا مطلب — کیا گاڑی جل چکی ہے۔" نواب سلمیٰ نے گھبرا کر کہا۔

"چوں کہ ہم شعلے کے چکر میں تھے — اور مُڑ کر دیکھنے پر ہمیں صرف شعلہ ہی نظر آ رہا تھا — اس لیے گاڑی کے بارے میں —"

عین اس وقت ایک زبردست دھماکا ہوا اور انھوں نے گاڑی کے پرخچے اڑتے دیکھے؛

"اوہ — اس کا مطلب ہے — شعلے نے گاڑی کو آگ لگا دی تھی — اور اب آگ پٹرول کی ٹنکی تک پہنچ گئی تھی — لہٰذا وہ دھماکے سے اُڑ گئی۔"

"فاتحہ پڑھ دیجیے بے چاری پر۔" آفتاب بڑبڑایا — اس کا چہرہ دُھواں ہو رہا تھا — یہ بات اُنھوں نے بھی محسوس کر لی —



"خیر تو ہے — تم اچانک خوف زدہ نظر آنے لگے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے اسے گھورا۔

"میں سوچ رہا ہُوں — یہ شعلہ تو واقعی مُوت کا شعلہ ہے۔ اگر ہم اس کی پلیٹ میں آ جاتے تو اس وقت ہمارے بھی شامی کباب تیار ہو چکے تھے۔"

"ہاں! یہ شعلہ مذاق نہیں ہے — اگرچہ ہم اب تک صرف مذاق کرتے رہے ہیں — فائر بریگیڈ کو فون کرنے کے لیے مُجھے کچھ دُور جانا ہو گا — تم لوگ یہیں کھڑے رہنا۔"

"جی کیا فرمایا — یہیں کھڑے رہنا۔" آفتاب گھبرا گیا۔

"کیوں — کیا ہوا؟"

"اگر یہ — یہ ہماری طرف بڑھا — تو کیا اس صُورت میں بھی ہم یہیں کھڑے رہیں۔"

"نہیں — اس صورت میں تم جان بچانے کے لیے دوڑ لگا سکتے ہو — ویسے یہ اس حد کو پار نہیں کرے گا — ان دونوں کو غرض صرف ان زمینوں سے ہے۔" انھوں نے کہا اور دوڑ لگا دی — ان کے ساتھ نواب صاحب بھی چلے گئے —

"ذرا سوچو آصف — فرحت — اگر اس شعلے نے شہر کا رُخ کر لیا تو کیا ہوگا؟"

"اپنی مُوت آپ مر جائے گا بے چارا۔" فرحت بولی۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"وہ کیسے؟" آصف اور آفتاب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"بھئی شہر میں تو ہر طرف اس پر پانی کا طوفان انڈیل دیا جائے گا۔"

"اوہ ہاں!" اس کے منہ سے نکلا۔

شعلہ گردش کر رہا تھا۔ بالکل کسی پھرکی کی طرح۔ ایسے میں فرحت کو نہ جانے کیا سوجھی:

"میں چند قدم آگے بڑھ رہی ہوں۔"

"کک۔۔کیوں۔کیا شعلے سے دو دو ہاتھ کرنے کا ارادہ ہے؟" آفتاب گھبرا گیا۔

"نہیں۔ دیکھنا چاہتی ہوں۔ یہ میری طرف آتا ہے یا نہیں۔"

"آئے گا کیوں نہیں۔ اس کا دماغ تو نہیں چل گیا کہ نہیں آئے گا۔"

"دماغ تمھارا چل گیا ہے۔ جو مسلسل اوٹ پٹانگ باتیں کیے جا رہے ہو۔" فرحت جل گئی۔

"کم از کم فرحت کی اس بات سے مجھے پوری طرح اتفاق ہے۔" آصف مسکرایا۔

"شکریہ۔" فرحت نے خوش ہو کر کہا اور شعلے کی طرف بڑھنے لگی، پھر جوں ہی وہ زمینوں کی حد کے اندر داخل ہوئی۔ گردش کرتا شعلہ اس کی طرف لپکا اور ادھر اس نے ان کی طرف چھلانگ لگا دی۔ شعلہ پھر رک گیا:

"بڑا چالاک شعلہ ہے۔"

"آج واقعی فاروق کا دن ہے۔ کاش وہ یہاں موجود ہوتا۔ لیکن اس کا تو دور دور تک پتا نہیں۔" آفتاب نے حسرت زدہ انداز میں کہا۔

"لیکن بھئی۔ ان سے ملاقات ہونے کے زبردست امکانات ہیں۔ دیکھ نہیں رہے۔ اس بار جی موف اور سی مون اکٹھے آئے ہیں۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اکٹھے نہ ہوں۔"

"میرا مطلب ہے۔ بظاہر تو کوئی آثار نظر نہیں آ رہے۔ ابّا جان انھیں بھلا کیوں بلانے لگے۔"

"خیر۔ ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ بلا بھی سکتے ہیں۔"

کئی منٹ بعد انسپکٹر کامران مرزا آتے نظر آئے۔ نواب صاحب ان کے ساتھ نہیں تھے۔ نزدیک آتے ہی انھوں نے کہا:

"فون کر آیا ہوں۔ وہ لوگ پندرہ منٹ تک پہنچ جائیں گے۔"

"بہت خوب۔ ادھر ہمارے ذہنوں میں ایک بات کلبلا رہی ہے۔" آصف بولا۔

"یہ کون سی نئی بات ہے۔ تمھارے ذہنوں میں تو باتیں

Uploaded By Muhammad Nadeem

کلبلاتی ہی رہتی ہیں۔" انھوں نے بُرا سا منہ بنایا۔

"آپ پہلے سُن تو لیں۔"

"میں اندازہ لگا چکا ہوں — تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" انسپکٹر کامران مرزا مُسکرائے۔

"اچھا — ذرا بتایئے تو۔"

"یہ کہ میں انسپکٹر جمشید پارٹی کو بھی بُلا لوں — یہی بات ہے نا۔"

"اوہ — اس کا مطلب ہے — یہ بات آپ کے ذہن میں بھی..." آفتاب بولا۔

"چُپ۔" انسپکٹر کامران مرزا نے ایک پیار بھری دھپ اس کے رسید کر دی۔

اور پھر فائر بریگیڈ کی گاڑیوں کی گھنٹیاں سُنائی دینے لگیں، جلد ہی تین گاڑیاں ان تک پہنچ گئیں — انسپکٹر کامران مرزا نے ان کے انچارج کو شعلے کے بارے میں بتایا — انھوں نے شعلے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا — شاید انھوں نے اپنی زندگی میں اتنا عجیب منظر نہیں دیکھا تھا:

"یہ — یہ کیا بلا ہے؟"

"صرف آگ کا ایک شعلہ۔"

"لیکن یہ نکل کہاں سے رہا ہے — نیچے تو آگ جلتی نظر

Uploaded By Muhammad Nadeem



نہیں آ رہی۔"

"بھئی — آج کل سائنس کا زمانہ ہے — یہ سائنس کی کوئی شعبدہ بازی ہے — شاید کسی ٹھوس گیس سے کام لیا گیا ہے، یعنی اس گیس کو جب آگ دکھائی جائے یا ہوا لگے تو وہ شعلے کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔"

"لیکن گیس کب تک جلتی رہے گی — آخر ختم ہو جائے گی اور شعلہ بُجھ جائے گا — جب کہ آپ شاید اسے آدھ گھنٹے سے دیکھ رہے ہیں۔" انچارج نے اُلجھن کے عالم میں کہا — اس کے چہرے پر خوف دوڑ گیا تھا —

"آپ ٹھیک کہتے ہیں — اس شعلے پر تحقیق بعد میں شروع کریں گے — پہلے ہم اس پر پانی تو برسا کر دیکھ لیں۔"

"ن — نہیں جناب — میں یہ کام نہیں کروں گا۔" اس نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ دراصل اس شعلے کو غلط سمجھے ہیں — یہ ضرور کوئی آسیبی چکر ہے — اور آسیبی شعلے کو پانی نہیں بُجھا سکتا — پانی سے تو یہ اور بھڑکے گا۔"

"اور آپ نے یہ کس طرح اندازہ لگا لیا کہ یہ آسیبی شعلہ ہے۔"

"اس لیے کہ میں زندگی میں پہلی بار ایسا دیکھ رہا ہوں۔" انچارج بولا۔

"خیر۔ آپ اس پر پانی برسائیں یا ہمیں طریقہ بتا دیں۔ ہم خود برسا لیں گے۔"

"ضرور۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

اس ترکیب پر عمل کیا گیا۔ انسپکٹر کامران مرزا گاڑی میں بیٹھے اور پانی کی دھار کا رُخ شعلے کی طرف رکھ کر آگے بڑھے، جوں ہی وہ زمینوں کی حد میں داخل ہوئے۔ شعلہ ان کی طرف لپکا۔ ادھر سے پانی کی زبردست دھار شعلے کی طرف گئی۔ اور اس پر پڑی۔ شعلہ فوراً نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ انھیں بالکل یہی نظر آیا جیسے شعلہ بیٹھتا جا رہا ہو۔ یہاں تک کہ وہ ایک ننھے سے بٹن کے برابر رہ گیا۔ پانی کی دھار کا رُخ اب بٹن کی طرف تھا۔ لیکن وہ بدستور روشن رہا۔ بٹن نہ بجھ سکا، یہاں تک کہ گاڑی کا سارا پانی ختم ہو گیا۔ جوں ہی پانی کی دھار ختم ہوئی۔ شعلہ پھر اُوپر اُٹھنے لگا اور پوری طرح اُٹھتے ہی وہ پھر گاڑی کی طرف بڑھا۔

"ارے باپ رے۔" انسپکٹر کامران مرزا گھبرا گئے اور گاڑی کو واپس لے چلے، یہاں تک کہ زمین کی حد سے نکل آئے۔ ان کی پیشانی پسینے سے بھیگ گئی تھی۔



آفتاب، آصف، فرحت اور فائر بریگیڈ والے بھی دم بخود کھڑے تھے۔ ان کی حالت حد درجے عجیب تھی۔

شعلہ اب بھی گردش کر رہا تھا۔ انھیں یوں لگا جیسے وہ کہہ رہا ہو:

"آؤ نا۔ رُک کیوں گئے۔ تم تو بڑے بہادر بنے پھرتے ہو۔"

25/5/00

Uploaded By: Muhammad Nadeem

# موتیوں کا راز

انھوں نے دیکھا۔ شوکی برادرز، سرور گورایا اور ایک اور آدمی کمرے میں داخل ہو رہے تھے اور ان کے چہروں پر حیرت کا ایک عالم طاری تھا۔ وہ چوں کہ میک اپ میں تھے۔ اس لیے شوکی برادرز انھیں پہچان نہ سکے۔

"یہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔" سرور گورایا نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہمیں ایک خفیہ اطلاع ملی تھی۔ یہ کہ اس ہوٹل کے نیچے ایک تہ خانہ ہے۔ اور اس تہ خانے میں منشیات کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ لہٰذا ہم نے ہوٹل کی تلاشی کے وارنٹ حاصل کیے اور یہاں آ گئے۔ آپ اپنے کمرے میں ملے نہیں تھے، اگرچہ آپ کے کلرک کا بیان یہی تھا کہ آپ اپنے کمرے میں ہی ہیں۔"

"میں وہیں تھا، لیکن پھر مجھے وہاں سے ان لوگوں کے



ساتھ ہوٹل کے پچھلے حصے میں جانا پڑا۔ اور اب ہم وہیں سے چلے آ رہے ہیں۔ تو آپ تہ خانے کا راستا تلاش کر چکے ہیں۔" سرور گورایا نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں اور اب اس میں اُترنے کا ارادہ ہے۔"

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ اس تہ خانے میں منشیات کی ایک رتی بھی موجود نہیں ہے۔"

"ہم چیک کیے بغیر نہیں مانیں گے۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔" سرور گورایا نے کہا اور راج چندر کی طرف دیکھا۔

"کوئی بات نہیں۔ دیکھ لینے دیں انھیں بھی۔" راج چندر بولا۔

"سوال تو یہ ہے۔ کہ وہ شخص کون ہے۔ جس نے پولیس کو اس قسم کا فون کیا ہے؟"

"شاید ان میں سے ہی کوئی ہو گا۔ جو ہوٹل خریدنا چاہتے ہیں۔" سرور گورایا بڑبڑایا۔

ابھی تک انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی بالکل خاموش رہے تھے۔ ایسے میں شوکی کی نظر ان پر پڑ گئی۔ اس کے چہرے پر اُلجھن دوڑ گئی۔ اس نے کہا:

"یہ کون لوگ ہیں۔ کیا یہ آپ کے ساتھی ہیں؟"

"ہم اس ہوٹل کے گاہک ہیں۔ ابھی ابھی آئے ہیں۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

"اوہ۔ کیا آپ کو بتایا نہیں گیا کہ ہوٹل میں کوئی کمرہ خالی نہیں ہے؟"

"کمرہ تو ہمیں آپ کے کلرک نے دے بھی دیا۔ کوئی مسٹر سام ہیں۔ ان کا کمرہ ہمیں دے دیا گیا ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" سرور گورایا نے چونک کر کہا اور کلرک کی طرف دیکھا۔ وہ بھی وہاں موجود تھا۔

"یہ تم نے کیا کیا امجد؟"

"مم۔ میں۔ میرا اس میں کوئی قصور نہیں۔ انھوں نے اپنا نام کیپٹن سام بتایا تھا۔"

"ہائیں! اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ دھوکے باز لوگ ہیں۔" سرور گورایا نے تیز آواز میں کہا۔

"تب یہ یہاں کیوں چلے آئے ہیں۔ آخر۔" انسپکٹر بولا۔

"جب آپ لوگ تشریف لائے۔ تو ہم ہال میں موجود تھے، بس یُوں ہی ساتھ ساتھ چلے آئے۔"

"مہربانی فرما کر آپ جا کر ہال میں بیٹھیے۔" سرور گورایا نے کہا۔

"نہیں جناب۔ انھوں نے تو دھوکا دہی سے کمرہ حاصل کیا ہے۔ انھیں میں پولیس اسٹیشن لے جاؤں گا۔" انسپکٹر نے جلدی سے کہا۔



"جیسے آپ کی مرضی۔" سرور گورایا نے کندھے اچکائے۔

"تو پھر پہلے ہم یہ تہ خانہ دیکھ لیں۔"

"ضرور، کیوں نہیں۔"

وہ تہ خانے میں اُترنے لگے۔ شوکی اب بھی بار بار اُلجھن کے عالم میں ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آخر اس سے رہا نہ گیا۔ بول اُٹھا:

"اور ان لوگوں کو کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں۔ یہ تو ہو جائیں گے فرار۔ یا پھر انھیں بھی تہ خانے میں لے چلیے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ تم لوگ بھی چلے آؤ۔ لگے ہاتھوں تہ خانے کی سیر کر لو۔" انسپکٹر ہنسا۔

وہ بھی نیچے اتر گئے۔ بڑی بڑی ٹارچیں پولیس والوں کے ہاتھوں میں تھیں۔ نیچے بہت بڑا ہال نظر آیا۔ ٹارچوں کی روشنیاں جب ہال میں چاروں طرف چکرائیں تو راج چندر کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ سرور گورایا چلّا اُٹھا:

"ارے یہ کیا؟"

"کک۔ کچھ بھی نہیں۔ یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔" فاروق بول اُٹھا، لیکن ایسے میں بھی وہ آواز تبدیل کرنا نہیں بھولا تھا۔

"اُف۔ یہ۔ یہ کیا ہوا۔ لیکن۔ یہ ہو کیسے سکتا ہے۔"

"آپ کیا کہ رہے ہیں مسٹر سرور گورایا۔ آپ کو تو خوش ہونا

Uploaded By Muhammad Nadeem

چاہیے۔ آپ پر لگایا گیا الزام بالکل غلط ثابت ہوا۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ اس ہوٹل کے تہ خانے میں منشیات بھری پڑی ہے ___ لیکن یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔" انسپکٹر نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"آپ کو نہیں معلوم انسپکٹر صاحب۔" سرور گورایا بڑبڑایا۔

"کیا معلوم نہیں۔ تو کیا یہاں منشیات موجود تھیں۔ اور کسی نے غائب کر دی ہیں۔" انسپکٹر نے چونک کر کہا۔

"یہ بھی نہیں ___ اس تہ خانے میں دراصل پتھر کی مورتیاں موجود تھیں۔ جو مسٹر راج چندر کی امانت تھیں۔"

"پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں ___ بہر حال میں یہاں صرف تلاشی لینے آیا تھا ___ یہاں منشیات نہیں مل سکیں۔ اس لیے میں تو چلا رہا ہوں ___ آپ اپنی مورتیوں کی رپورٹ درج کراتے رہیے گا۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر اور اس کے ساتھی تو اوپر کی طرف چل پڑے

ایسے میں انسپکٹر جمشید بول اٹھے :

"آپ ہمیں تو بھولے جا رہے ہیں۔ دھوکا دہی کے الزام میں گرفتار کر کے نہیں لے جائیں گے۔"

"اوہ ہاں ! میں تو جھنجلاہٹ میں بھول ہی گیا۔ چلیے آئیے۔"

"اچھا مسٹر سرور گورایا ___ میں ذرا پولیس اسٹیشن جا کر یہ ثبوت دے آؤں کہ میں ہی کیپٹن سام ہوں۔"

"آپ ___ آپ عجیب آدمی ہیں ___ گویا ثبوت آپ کے پاس موجود ہے ___ تو پھر اس وقت کیوں نہیں پیش کر دیتے۔" شوکی کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"کیا خیال ہے مسٹر گورایا ___ میں ثبوت یہیں پیش کر دوں۔"

"کک ___ کیسا ثبوت ؟"

"کان میں ایک بات سن لیں۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے۔

"خبردار ___ کہیں یہ آپ کا کان کاٹ نہ لیں۔" مکھن نے گھبرا کر کہا ___

"وہ مٹھائی کا بنا ہوا نہیں ہے۔" فاروق نے جل کر کہا۔ آواز اب بھی بدلی ہوئی منہ سے نکالی تھی۔

"پتا نہیں کیا بات ہے۔ میں بری طرح چکرا رہا ہوں۔" شوکی نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں ___ چکرانا یوں بھی صحت کے لیے بہت مفید ہوتا ہے۔"

اتنے میں انسپکٹر جمشید سرور گورایا کے بالکل نزدیک پہنچ گئے ___ ان کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار دیکھ کر انھوں نے مسکرا کر کہا :

"فکر نہ کریں ___ میں بس کان میں ایک بات کہوں گا۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

اور یہ کہہ کر وہ اس کے کان پر جھک گئے۔ اچانک سرور گورایا چلا اٹھا:

"ارے آپ تو واقعی کیپٹن سام ہیں۔ انسپکٹر صاحب۔ آپ تشریف لے جائیں۔ مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ دراصل کافی مدت بعد ملاقات ہوئی ہے نا۔ میں انھیں پہچان نہ سکا۔"

"حیرت۔ کمال ہے۔" انسپکٹر نے جھنا کر کہا۔

"جج۔ جی ہاں! وہ تو خیر ہے۔ ہونی بھی چاہیے۔" فاروق نے کہا۔

شوکی نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"کیا ہم نے آپ کا کچھ بگاڑا ہے بڑے بھائی۔ بہت تیز نظروں سے گھور رہے ہو۔" محمود نے منہ بنا کر کہا۔

"نن۔ نہیں۔" شوکی گڑبڑا گیا۔

انسپکٹر اپنے ماتحتوں کو لے کر نکل گیا۔ اب انسپکٹر جمشید ان کی طرف مڑے:

"میرا خیال ہے۔ اوپر چل کر بات کرتے ہیں۔ یہاں ہوا بند ہے۔ ضرورت پڑی تو پھر نیچے آجائیں گے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر سام۔ ویسے آپ بہت اچھے موقعے پر آئے۔"

وہ اوپر آگئے۔ ایسے میں سرور گورایا نے شوکی سے کہا:

"آپ لوگوں نے بہت مدد کی۔ آپ کی مدد سے راج چندر



سے ملاقات ہو گئی۔ لیکن افسوس۔ مورتیاں کوئی پہلے ہی یہاں سے نکال لے گیا ہے۔ اور یہ میری زندگی کا حیران کن ترین دن ہے۔ اتنی بہت سی مورتیاں نکال لے جانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ خیر۔ اب میں مسٹر سام کے ذریعے معلوم کراؤں گا کہ مورتیاں کہاں گئیں۔ ان میں بے پناہ صلاحیتیں چھپی ہیں، لہٰذا مسٹر شوکی۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ کلرک سے دو ہزار روپے کا چیک لے لیں۔ میں اب مزید آپ سے کوئی کام نہیں لینا چاہتا۔"

"کوئی بات نہیں جناب۔ ہم مسٹر راج چندر کے لیے کام شروع کر دیتے ہیں۔" شوکی مسکرایا۔

"کیا مطلب۔ یہ کیا بات ہوئی۔ میں آپ سے کوئی کام کیوں لینے لگا۔" راج چندر گڑبڑایا۔

"کیا آپ اپنی مورتیاں واپس نہیں چاہتے؟"

"بھلا یہ اور میں نہ چاہوں گا۔"

"تب پھر ہماری خدمات حاصل کر لیں۔ ہم چٹکی بجاتے میں مورتیاں تلاش کر کے دے سکتے ہیں اور معاوضہ بھی زیادہ نہیں لیں گے۔ صرف دس ہزار۔"

"سودا بہت سستا ہے۔ میں تیار ہوں۔" راج چندر جلدی سے بولا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"اب بچاؤ بھائی چٹکی — تاکہ مورتیاں مل جائیں۔" فاروق نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"ہاں کیوں نہیں — یہ کیا مشکل ہے — آئیے میرے ساتھ تہ خانے میں۔"

"ارے نہیں بھئی — ابھی نہیں — آپ تشریف رکھیں — مسٹر گورایا — آپ غلطی پر ہیں — انھوں نے آپ کی اس قدر مدد کی اور آپ ان سے اس قدر روکھا سلوک کر رہے ہیں — اپنا اپنا فن ہوتا ہے — یہ اپنے فن کے بہت ماہر لگتے ہیں — انھیں واپس نہ بھیجیے۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔" اس نے فوراً کہا۔

اور وہ سب بیٹھ گئے —

"آپ مسٹر شوکی — تہ خانے میں کیا دکھانا چاہتے ہیں؟" راج چندر نے اُلجھن کے عالم میں پُوچھا۔

"مورتیاں نیچے سے ہی غائب کی گئی ہیں — یا تو ساتھ ہی کوئی دُوسرا تہ خانہ موجود ہے — یا پھر تہ خانے سے کوئی راستا نکلتا ہے — چور نے وہ راستا تلاش کر لیا — اور اس راستے پر ایک ٹرک لا کر کھڑا کر دیا — راتوں رات مورتیاں اس پر لادی گئیں اور ٹرک مورتیاں لے کر چلا گیا — یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ٹرک میں تمام مورتیاں نہ آئی ہوں — اور دُوسرا ٹرک بھی



لگایا ہو گا۔"

"بہت خوب — مورتیاں ضرور اسی طرح غائب کی گئی ہیں، آپ کے دوست واقعی بہت عقل مند ہیں مسٹر گورایا۔"

"اور آپ کے یہ والے دوست بھی کم عقل مند نہیں ہیں مسٹر گورایا۔" شوکی نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"کیا مطلب؟" انسپکٹر جمشید چونکے۔

"جی — کچھ نہیں — میرا خیال ہے — ہمیں فوراً مورتیوں کا تعاقب کرنا چاہیے — کہیں وہ بہت دُور نہ پہنچا دی جائیں۔"

"خیال بُرا نہیں ہے — کیوں مسٹر گورایا اور راج چندر۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے —

"مسٹر راج چندر سے پُوچھیے — مجھے ان سے خاص دل چسپی نہیں ہے۔" سرور نے منہ بنا کر کہا۔

"فوراً چلنا چاہیے۔" راج چندر بولا۔

"مسٹر گورایا — اگر ہم مورتیوں تک پہنچ جائیں — اور ان کو حاصل کر لیں — تو کیا اس صورت میں مورتیاں مسٹر راج چندر کے حوالے کر دیں؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں ضرور۔" اس نے کہا۔

"لیکن دس ہزار لے کر۔" شوکی جلدی سے بولا۔

"بالکل!" راج چندر نے کہا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"تو کیا آپ کے پاس نقد دس ہزار روپے موجود ہوں گے؟"
شوکی نے پوچھا۔
"ہاں! پندرہ سال میں اتنی بچت تو کی ہی ہو گی۔ میں اپنے
کمرے سے رقم لے آتا ہوں۔"
"نہیں۔ رہنے دیں۔ ہم یہیں آ کر لے لیں گے۔"
اور وہ سرور گورایا کو اوپر ہی چھوڑ تہ خانے میں اتر گئے،
ٹارچوں کی مدد سے انھوں نے قدموں کے نشانات دیکھے اور
پھر دیوار سے جا لگے۔
"ہو نہ ہو۔ راستا اس جگہ موجود ہے۔" شوکی نے فیصلہ کن
انداز میں کہا۔
"تو پھر کھولیے نا۔ آپ تو اس قسم کے کاموں کے ماہر معلوم
ہوتے ہیں۔" راج چندر بے تابانہ بولا۔
"جی بس، ایسے ویسے ہی ماہر ہیں۔ خیر آپ بھی کیا یاد
کریں گے۔ یہ لیجیے۔"
اور اس نے دیوار میں لگا ایک ہُک کھینچ ڈالا۔ فوراً ہی
دروازہ نمودار ہوا۔ اور ان کے ایک سُرنگ تھی۔
"کمال ہے۔ آپ تو واقعی ماہر ہیں۔"
"ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ پورے تہ خانے میں، اور
کہیں ایسا ہُک نہیں لگا ہوا۔ لہٰذا یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل

نہیں تھا۔" کے چہروں پر حیرت
"بہت خوب۔ اب چلیے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔ انھوں میں تو الجھن ہی
وہ سُرنگ میں چلنے لگے۔ یہاں تک
اب وہ ہوٹل کے پچھلی طرف کھڑے بغلیں بجا رہے ہیں، لیکن اب
پچھلی دیوار تھی۔ اور اس کے ساتھ۔ لہٰذا سوالات راستے میں۔"
"اب ہم یہ اندازہ کس طرح سے ہوئے۔
کر اِدھر گئے ہیں یا اُدھر؟" را
میں کہا۔
"کوئی بات نہیں۔ یہ کا
ایسے آپ ان مورتیوں کے۔
شید بولے۔
"یہ بے چارے تو پسند
میں" شوکی بولا۔
"کیا مطلب؟"
"مسٹر راج چندر
تا دوں؟"
"مورتیوں کا را
اویانہ انداز میں کہا۔
"لیکن پہلے ہمیں

Uploaded By Muhammad Nadeem

"تو کیا آپ کے پاس
شوکی نے پوچھا۔
"ہاں! پندرہ سال میں اتنی
کمرے سے رقم لے آتا ہوں۔"
"نہیں۔ رہنے دیں ۔ ہم یہیں
اور وہ سرور گورایا کو اوپر ہی
ٹارچوں کی مدد سے انھوں نے قد
پھر دیوار سے جا لگے۔
"ہو نہ ہو۔ راستا اس جگہ موجود
انداز میں کہا۔
"تو پھر کھولیے نا۔ آپ تو اس قسم
ہوتے ہیں۔" راج چندر بے تابانہ بولا۔
"جی بس، ایسے ویسے ہی ماہر ہیں
کریں گے ۔ یہ لیجیے۔"
اور اس نے دیوار میں لگا ایک ہُک
دروازہ نمودار ہوا۔ اور ان کے ایک سُرنگ
"کمال ہے۔ آپ تو واقعی ماہر ہیں۔"
"ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ یورے تہ
کہیں ایسا ہک نہیں لگا ہوا۔ لہذا یہ ا

کام شروع کر دیا۔ قدموں کے نشانات اور
بغور جائزہ لیا گیا، پھر انسپکٹر جمشید نے
کام آج کیا گیا ہو۔ ہو سکتا
کر لے جا چکی ہوں۔ بہرحال
۔ اتنا میں یقین سے کہہ سکتا
یں چلتے ہیں۔" شوکی نے جلدی
آخر ہم کیوں ان کے پیچھے
مورتیوں کا ہے۔ انھیں چاہیے
کہا۔
اس کے بعد اگر آپ ہمارا
کر اس سمت میں روانہ
مورتیاں غائب کرنا آسا
کہا۔
۔ لیکن یہاں نہیں۔ ہو

ہال میں انھوں نے کہانی سُنی تو ان کے چہروں پر حیرت دوڑ گئی۔ خاص طور پر انسپکٹر جمشید کی آنکھوں میں تو الجھن ہی الجھن تھی۔ اچانک انھوں نے کہا:

"میرے ذہن میں چند سوالات کلبلی مچا رہے ہیں، لیکن اب ہم اور زیادہ دیر نہیں کر سکتے۔ لہذا سوالات راستے میں۔"

اتنا کہتے ہی وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

# چھن

"اس کا مطلب ہے، ہم اس شعلے کو پانی کے ذریعے شکست نہیں دے سکتے۔" آصف بڑبڑایا۔

"پتا نہیں — یہ شعلہ ہے یا کیا بلا ہے — اگر صرف شعلہ ہوتا تو کبھی کا بجھ گیا تھا۔" فرحت بولی۔

"کک — کہیں — یہ روبوٹ قسم کی کوئی چیز تو نہیں ہے — میرا مطلب ہے — شعلے کا روبوٹ۔" آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

"ہم نے اس سے زیادہ بے وقوفانہ بات! شاید آج تک نہیں سُنی — کیا خیال ہے فرحت؟" آصف نے جلدی سے کہا۔

"تو کیا ہوا — اب تو سُن لی۔" آفتاب جل گیا۔

"لیکن بھئی — آفتاب کی بات میں وزن ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"جی — کیا فرمایا آپ نے — وزن ہے اس بات میں۔"



"ہاں! میرا بھی یہی خیال ہے کہ یہ روبوٹ کی شکل کی کوئی چیز ہے — جسے ایک بٹن جتنا بنایا گیا ہے — اس بٹن میں سے شعلہ نکلتا ہے — اور خطرے کے وقت بٹن میں ہی شعلہ واپس چلا جاتا ہے — لہٰذا ہمارا اصل مقابلہ اس شعلے سے نہیں — بٹن سے ہے — اور میں نے پانی کی دھار شعلے پر ماری تھی — اب ہم اس پر دو رُخ سے وار کریں گے — ایک طرف تو پانی کی دھار ماری جائے گی — دوسری طرف جب شعلہ غائب ہو جائے گا اور صرف بٹن نظر آنے لگے گا تو میں اس پر فائر کروں گا۔"

"بھئی واہ — یہ ہوئی نا بات۔" آفتاب پُر جوش لہجے میں بولا —

اس ترکیب پر عمل شروع ہوا — اب وہ دو گاڑیوں میں آگے بڑھے، لیکن گاڑیوں کا رُخ حد کی طرف رکھا گیا تھا — اور وہ اُلٹی چل رہی تھیں — تاکہ خطرے کی صورت میں فوراً حد سے نکل جایا جائے — فائر بریگیڈ والوں کا خوف اب دُور ہو گیا تھا — لہٰذا ایک گاڑی میں وہ تھے — انھوں نے پانی کی دھار شعلے پر ماری، شعلہ بیٹھتا چلا گیا — پھر جوں ہی شعلہ مکمل طور پر غائب ہوا — اور سفید چمک دار بٹن صاف دکھائی دیا، انسپکٹر کامران مرزا نے نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا، لیکن

Uploaded By Muhammad Nadeem

اسی وقت فرحت نے ایک عجیب حرکت کی۔ اس نے اچانک ہاتھ کی مدد سے پستول کی نال کا رُخ اونچا کر دیا۔ اور گولی فضا میں نکل گئی۔

"یہ تم نے کیا کیا؟" انسپکٹر کامران مرزا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"احتیاط کا تقاضا پورا کیا ہے۔ جن لوگوں نے یہ حیرت انگیز چیز ایجاد کی ہے۔ انھوں نے اس پہلو کو ضرور نظر میں رکھا ہوگا کہ شعلے پر پانی برسایا جا سکتا ہے۔ اور اس کے بعد نیچے نظر آنے والی چیز پر گولی چلائی جا سکتی ہے۔ تو کیا انھوں نے اپنی اس ایجاد کی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں کیا ہوگا؟"

"ہوں۔ بات تو ٹھیک ہے۔ ٹھہرو۔" یہ کہہ کر انھوں نے جیب سے ایک سکّہ نکالا اور بٹن کا نشانہ لے کر اس پر پھینک مارا، سکّہ تیر کی طرح بٹن کی طرف گیا، اس سے ٹکرایا اور اُسی طاقت سے، اُسی رُخ سے ان کی طرف واپس پلٹا۔ وہ چونکہ اب پہلے ہی تیار تھے۔ اس لیے فوراً جھک گئے۔ اور سکّہ ان کے اوپر سے گزر گیا۔

"اُف مالک۔ میں تو بال بال بچا۔ فرحت تمھارا شکریہ۔"

"خیر انکل۔ اس میں شکریے کی تو کوئی بات نہیں۔" فرحت مسکرائی۔



"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟" آصف بولا۔

"تم سب ایک طرف ہو جاؤ۔ میں اس پر فائر کروں گا۔ ایسے رُخ سے کہ گولی واپس پلٹ کر مجھے نہ لگ سکے۔ لیکن تم لوگوں کو گولی لگ سکتی ہے۔ اس لیے اس حد تک دُور اور ایک طرف ہو جاؤ کہ کوئی امکان نہ رہے۔ دُوسرے یہ کہ جب میں فائر کروں۔ تم فوراً نیچے بیٹھ جانا۔"

"بہت بہتر!"

اُسی وقت شعلہ اُبھرنے لگا۔ فائر بریگیڈ والوں نے پانی کی بوچھاڑ ماری اور وہ دبنے لگا۔ ساتھ ہی ان کے اشارے پر گاڑی حد سے نکلنے کے لیے دوڑ پڑی۔ ادھر انھوں نے نشانہ لیا اور اپنا رُخ بدلتے ہوئے گولی چلا دی۔ ساتھ ہی وہ نیچے گرے۔ گولی بٹن کو لگی اور بلا کی تیزی سے واپس آئی۔ اس کے ساتھ ہی شعلہ اوپر اُٹھنے لگا۔ انسپکٹر کامران مرزا فوراً اُٹھے اور گاڑی میں بیٹھ کر حد کی طرف دوڑ لگا دی۔

"نہیں بھئی۔ ہم پستول کی مدد سے بھی اس کو شکست نہیں دے سکتے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ نواب صاحب اور ان کے دونوں دوستوں کی زمین اس وقت ان کے قبضے میں

Uploaded By Muhammad Nadeem

ہے۔ اور ہم لوگ اس زمین پر قدم بھی نہیں رکھ سکتے۔" آصف بولا۔

"ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے، لیکن فکر کرنے کی ضرورت نہیں — ہم پروفیسر غوری سے رابطہ قائم کریں گے — اور ہو سکتا ہے — پروفیسر داؤد کو بھی بلانا پڑے۔ بلکہ پروفیسر عقلان کو بھی — اور جب ملک کے بہترین نامور اور قابل ترین سائنس دان یہاں آئیں گے تو اس شعلے کا ضرور کوئی نہ کوئی علاج ڈھونڈ لیں گے۔"

"میرے خیال میں تو یہ مشکل ہوگا انکل۔" فرحت بولی۔

"کیوں؟" وہ بولے۔

"اس شعلے کے موجد نے ہر پہلو کو نظر میں رکھا ہوگا۔"

"یہ تو ہوتا ہی ہے بھئی — لیکن ہر ایجاد میں کوئی نہ کوئی کمی بھی ہوتی ہے — کوئی نقص بھی ہوتا ہے۔ دوسرے سائنس دان دراصل اس کمی یا نقص کا پتا چلا کر اسے ناکام بناتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا جلدی جلدی بولے۔

"ہوں — آپ کی یہ بات واقعی ٹھیک ہے — خیر۔ ہم اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

انھوں کا شہر کا رخ کیا اور سیدھے پروفیسر غوری کے ہاں پہنچے:



"یہ میں آج کیا دیکھ رہا ہوں۔" انھوں نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"جی، ہمیں۔" آفتاب مسکرایا۔

"لیکن بھئی — تم لوگ بھول کیسے پڑے؟"

"جی — وہ — شاید — یادداشت خراب ہو گئی ہے۔" آفتاب نے فوراً کہا۔

"غلط — بالکل غلط — کوئی مشکل آ پڑی ہوگی۔" وہ بولے۔

"اندازے لگانے میں آپ کا بھی جواب نہیں۔" آصف جلدی سے بولا۔

"جانے دو بھئی — میں سمجھتا ہوں — سیدھی طرح بتاؤ — بات کیا ہے؟"

انسپکٹر کامران مرزا نے انھیں شعلے کے بارے میں تفصیل سے بتا دیا۔ وہ سوچ میں پڑ گئے، پھر بولے:

"اس میدان کا رخ کرنے سے پہلے مجھے کچھ کام کرنا پڑے گا — کچھ تیاری کرنا ہو گی — لہٰذا اگر ہم کل چلیں تو کیا خیال ہے؟"

"جیسے آپ کی مرضی — ویسے ہمارا جی تو یہی چاہ رہا ہے کہ آج اور اسی وقت چلیں۔" آصف نے کہا۔

"جلد بازی نقصان دہ ہو سکتی ہے۔" وہ بولے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"آپ ٹھیک کہتے ہیں پروفیسر انکل۔ اس بے چارے کو کیا معلوم۔"

آفتاب مسکرایا۔ آصف نے اسے گھور کر دیکھا۔

"بس بھئی ۔ ہم یہاں لڑنے کے لیے نہیں آئے۔" فرحت جلدی سے بولی۔

آخر دوسرے دن ان کا قافلہ پھر ان زمینوں کی طرف روانہ ہوا۔ پروفیسر غوری ان کے ساتھ تھے۔

"ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان زمینوں پر جی موف اور سی مون کا قبضہ ہو چکا ہے۔" فرحت بڑبڑائی۔

"ہاں! اور وہ اپنے ساتھ جدید ترین سائنسی چیزیں بھی لے کر آئے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"لیکن ۔ ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آ سکی کہ اس بار ان کا منصوبہ کیا ہے۔ انہیں نواب سلمی اور ان کے دوستوں کی زمینوں کی ایسی کیا ضرورت پیش آ گئی۔ کیا ان زمینوں سے کوئی چیز نکالی جائے گی؟" فرحت نے فکر مندانہ انداز میں کہا۔

"منصوبہ جو بھی ہے۔ سامنے آ جائے گا۔ فی الحال تو ہمیں۔ اس شعلے سے نبٹنا ہے۔ جب تک ہم اس شعلے کا حلیہ نہیں بگاڑ دیتے۔ اس وقت تک ہماری ملاقات جی موف اور سی مون سے نہیں ہو سکتی۔ گویا اس بار وہ اپنی حفاظت کے



لیے شعلے لے کر آئے ہیں۔"

"ارے باپ رے۔" آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

زمینوں کے نزدیک پہنچ کر وہ گاڑیوں سے اتر گئے۔ پروفیسر غوری نے اپنی چیزیں حد کے کنارے پر نصب کرنا شروع کر دیں۔ اس کام میں انھوں نے آفتاب، آصف اور فرحت سے بھی مدد لی، اس دوران انسپکٹر کامران مرزا زمینوں کی حد کے ساتھ ساتھ گھوم پھر کر دیکھتے رہے۔ ایک جگہ وہ اندر گھس گئے۔ فوراً ہی ایک شعلہ نمودار ہوا اور ان کی طرف لپکا۔ وہ فوراً حد سے نکل آئے:

"ارے باپ رے۔ یہ تو ذرا بھی نہیں چوکتا۔"

اس وقت ان کے پاس کوئی نہیں تھا۔ انھوں نے اپنا چکر مکمل کر لیا اور اپنے ساتھیوں تک پہنچ گئے، اسی وقت پروفیسر غوری بولے:

"میں شعلے سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"شعلے کو سامنے لانے کے لیے ہمیں زمین کے اندر داخل ہونا پڑے گا۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"بسم اللہ کرو۔ پہلے میں صرف جائزہ لوں گا۔" پروفیسر بولے۔

"تب پھر۔ میں یہ کام کروں گا۔ باقی لوگ باہر ہی رہیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"ہمیں بھی موقع ملنا چاہیے ابّا جان۔" آفتاب نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔

"بھئی۔ ان شعلوں کی ابھی کسی کروٹ کا ہمیں اندازہ نہیں ہو سکا۔ پتا نہیں۔ یہ کس کروٹ بیٹھتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ ایک موقع مجھے بھی دیں۔" آفتاب جلدی جلدی بولا۔

"اچھا خیر۔ تم چلے جاؤ۔ لیکن خیال رہے۔ کسی صورت بھی اس کی لپیٹ میں نہیں آؤ گے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔" یہ کہہ کر آفتاب پروفیسر غوری کی طرف مڑا:

"آپ تو بالکل تیار ہیں نا انکل؟"

"ہاں بالکل!"

آفتاب نے اللہ کا نام لیا اور حد پار کر گیا۔

جوں ہی اس نے حد پار کی، فوراً ہی شعلہ حرکت میں آیا اور اس کی طرف لپکا۔ حد کے قریب رہتے ہوئے ہی آفتاب نے لوٹ لگائی۔ اور حد کے ساتھ ساتھ لڑھکنے لگا۔

"بہت خوب۔ ترکیب پسند آئی۔ اس طرح حد کے اندر رہتے ہوئے شعلے سے ہم زیادہ سے زیادہ محفوظ رہ سکتے ہیں۔"

پروفیسر غوری جھکے اور پھر انھوں نے شعلے کا نشانہ لے کر اپنے ہتھیار کا ٹریگر دبا دیا۔ سفید رنگ کی۔ بالکل چاندی جیسی ایک دھار سیدھی شعلے کی طرف گئی، لیکن پھر انھوں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔

شعلہ فضا میں اُچھلا تھا۔ انھوں نے پہلی بار اس کو زمین سے الگ ہوتے دیکھا۔ سفید دھار اس کے نیچے سے نکل گئی۔ اور شعلہ پھر زمین پر آ گیا:

"افسوس! میرا پہلا وار خالی گیا۔" پروفیسر غوری نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

اُدھر شعلہ آفتاب کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"م۔م۔ میں۔ میں کیا کروں انکل۔ یہ۔ یہ بہت نزدیک پہنچ گیا ہے۔"

"فوراً ادھر چھلانگ لگا دو۔" وہ بولے۔ آفتاب نے فوراً ہدایت پر عمل کیا۔

"مجھے کچھ تبدیلی کرنا پڑے گی۔ مجھے معلوم نہیں تھا۔ کہ یہ زمین سے اچھل بھی سکتا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کیا گیا ہے۔" پروفیسر

Uploaded By Muhammad Nadeem

کہتے چلے گئے۔

"جی ہاں! یہی بات ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا کے چہرے پر بے بسی کے آثار تھے۔

"میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔ صرف چند منٹ بعد ہم پھر حملہ کریں گے۔ دراصل ایک وقت میں میں صرف ایک دھار فائر کر سکتا ہوں۔ اب میں اس میں تبدیلی کرتا ہوں۔" پروفیسر غوری بولے۔

پھر اپنی مشین پر جُٹ گئے۔ پانچ منٹ بعد انھوں نے اعلان کیا:

"میں حملے کے لیے تیار ہوں۔"

"اس بار میں شعلے کا سامنا کروں گا۔" آصف بولا۔

"ضرور۔ کیوں نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے۔ کہیں ڈر نہ جانا۔" آفتاب نے منہ بنا کر کہا۔

"فکر نہ کرو۔ میں اس شعلے کے ہاتھوں جھلس تو سکتا ہوں، ڈر نہیں سکتا۔"

یہ کہہ کر آصف نے ایک چھلانگ لگائی اور اندر کی طرف کچھ دور تک اندر دوڑتا چلا گیا، لیکن شعلے کے دائیں طرف۔ شعلے نے بھی فوراً اپنا رُخ بدلا اور اس کی طرف لپکا۔۔۔ آصف نے حد کا رُخ کیا۔ اور حد کے نزدیک پہنچتے ہی یک دم نیچے گر گیا۔ تاکہ پروفیسر صاحب فائر کر سکیں۔ فوراً ہی ایک دھار شعلے کی طرف چلی۔ شعلہ جوں ہی اُچھلا۔ دوسری دھار اس سے بلندی پر فائر کی گئی۔ یہ دھار شعلے کے درمیان سے گزر گئی۔

فوراً ہی چھن کی آواز گونجی۔۔۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

# موت یا فتح

"وہ ابّا جان — آپ کے ذہن میں کچھ سوالات نے کھلبلی مچا رکھی تھی — میرا خیال ہے، ایسے گستاخ خیالات کو نکال باہر کیجیے۔" فاروق نے یاد دلانے کے لیے کہا۔

"اوہ ہاں — میں راج چندر صاحب سے کچھ باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور جناب کیوں نہیں — آپ میری اتنی مدد کر رہے ہیں اور میں آپ کی باتوں کے جواب بھی نہ دوں۔" اُس نے فوراً کہا۔

"پہلی بات تو یہ کہ میں آپ کی مدد نہیں کر رہا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے —

"جی — کیا مطلب — یہ مدد نہیں تو اور کیا ہے؟"

"ہماری عادت۔" فاروق مسکرایا۔

"میں سمجھا نہیں — آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی —

"دیکھیے نا — ایک معاملہ ہمارے سامنے آیا، ہم اس میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گئے اور بس۔"

"چلیے خیر — یُوں ہی سہی — ہو تو رہی ہے، اس طرح بھی میری مدد ہی — اب پُوچھیے کیا پُوچھنا ہے۔"

"آپ کا پندرہ سال پہلے ہوٹل فروخت کرنا مجھے بہت عجیب لگ رہا ہے۔"

"کوئی میری مورتیوں کے پیچھے پڑ گیا تھا اور مَیں ان کو فروخت نہیں کرنا چاہتا تھا — لٰہذا میں نے کسی دُوسرے کے ہاتھ — یعنی مسٹر سرور گورایا کے ہاتھ ہوٹل بیچ دیا — تا کہ موقع ملنے پر مورتیاں ہوٹل سے نکال لے جاؤں، لیکن ایسا موقع پندرہ سال تک نہ مل سکا۔" اس نے بتایا۔

"اب مجھ سے رہا نہیں جا رہا۔" انھوں نے شوکی کی آواز سُنی —

"کس بات سے نہیں رہا جا رہا؟" فارُوق نے جھلّا کر پُوچھا۔

"اس بات سے کہ — میں یہ اعلان کر دوں — یہ کیپٹن سام نہیں ہیں۔"

"کیا کہا — کیپٹن سام نہیں ہیں — ارے باپ رے — تب پھر یہ کون ہیں؟" راج چندر گھبرا گیا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"انسپکٹر جمشید صاحب۔" شوکی بولا۔

"شکریہ شوکی۔ اپنے دوستوں سے مل لو۔ ہمیں بھی تم سے مل کر خوشی ہوئی۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میں آپ کو دیکھ کر شروع میں ہی اُلجھن میں مبتلا ہو گیا تھا۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

اور پھر انھوں نے گرم جوشی سے ہاتھ ملائے۔

"تو انکل خان رحمان اور پروفیسر داؤد انکل بھی ساتھ ہیں۔" آفتاب چہکا۔

"کیا کیا جائے بھئی۔ مجبوری ہے۔" پروفیسر بولے۔

"جی۔ مجبوری کیسی؟"

"جہاں یہ۔ وہاں ہم۔ مجبوری نہیں تو پھر اور کیا ہے۔" خان رحمان نے شوخ آواز میں کہا۔

ادھر راج چندر حد درجے حیران تھا بلکہ اب تو اس کی آنکھوں میں خوف بھی دوڑ گیا تھا۔

"آپ۔ آپ وہ انسپکٹر جمشید ہیں۔ جن کی شہرت پورے ملک میں۔ بلکہ ملک سے باہر بھی ہے۔"

"یہ تو میں نہیں کہتا۔ ہاں میں ہوں انسپکٹر جمشید۔"

"اُف مالک۔"

"ابا جان۔ وہ کھلبلی مچانے والے سوالات تو درمیان میں



رہے جاتے ہیں۔" فرزانہ بولی۔

"شوکی برادرز کی مہربانی سے۔ یہ تھوڑی دیر اور خاموش رہ سکتے تھے۔"

"ہاں بھئی۔ رہ تو سکتا تھا۔ بس رہا نہیں گیا۔" اس نے مسمسی صورت بنائی۔

"چلو خیر۔ کوئی بات نہیں۔ باقی سوالات میں اب کر لیتا ہوں۔ ہاں تو مسٹر راج چندر۔ پتھر کی وہ مورتیاں آخر کس قدر قیمتی ہیں کہ آپ نے ان کے لیے اتنا لمبا انتظار کرنا گوارا کر لیا۔"

"عجائب گھروں والے ایسی چیزیں بہت اچھے داموں خرید لیتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"اور آپ کے پاس یہ اتنی بہت سی مورتیاں آ کہاں سے گئیں؟"

"میں اپنے وقت کا سب سے بڑا پجاری تھا۔ لوگ مندر میں رکھنے کے لیے مورتیاں لاتے رہتے تھے۔ لیکن مندر میں مورتیاں رکھنے کی جگہ ہی نہیں ہوتی تھی، لہٰذا میں زائد مورتیاں ایک الگ کمرے میں رکھتا رہا۔ پھر میں نے یہ ہوٹل بنا لیا۔ اور اس میں ایک تہ خانہ بنوایا۔ اس تہ خانے میں مورتیاں منتقل کر دیں۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

"تب تو یہ مورتیاں آپ کی نہیں ہیں۔ یہ تو مندر کی ہو گئیں۔"

"مندر کی زائد چیزوں پر پجاری کا حق ہوتا ہے۔"

"مہربانی فرما کر اس مندر کا نام اور پتا بتا دیں۔"

"کیوں؟ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بس ایسے ہی۔ یہ ہماری خاص عادت ہے۔ جب کسی معاملے کی تفتیش کرتے ہیں تو اس کے بارے میں تمام معلومات جمع کرتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں اور پھر بیٹھ کر ملاتے ہیں ان معلومات سے کڑیاں۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"معلوم ہوتا ہے۔ کڑیاں ملاتے ملاتے بہت تنگ آ گئے ہیں۔" آفتاب مسکرایا۔

"ہاں! اب یہ کام تم سنبھال لو۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"آپ نے بتایا نہیں۔" انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

"آپ کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار۔ خیر تو ہے؟" راج چندر نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ان لوگوں کی وجہ سے میں گھبراہٹ میں مبتلا ہوا۔ ان کی باتیں ایک بار شروع ہو گئیں تو پھر ہم گئے کام سے، پھر کوئی کام کی بات نہیں کر سکیں گے۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem



"وہ مندر اب بھی موجود ہے۔ رام نگر میں۔ پرجیا کا مندر کے نام سے مشہور ہے۔"

"اور آپ کا نام اس وقت بھی راج چندر تھا؟"

"جی ہاں بالکل۔ ہوٹل کے باورچی کی حیثیت سے میں نے اپنا نام ضرور جیون شاہ رکھ لیا تھا، کیوں کہ سرور گورایا صاحب راج چندر کا نام سن کر چونک جاتے۔"

"چلیے خیر۔ یہ سب باتیں تو ہو گئیں۔ آپ نے اپنے چہرے پر اتنا کامیاب میک اپ کس طرح کر لیا۔ کہ سرور گورایا کبھی نہ پہچان سکا۔"

"مندر میں رہ کر انسان بہت کچھ سیکھتا ہے۔ میک اپ کرنے کا فن بھی میں نے ایک ہندو جوگی سے سیکھا تھا۔ وہ اکثر مندر میں آیا کرتا تھا۔"

"سوال یہ ہے کہ کیوں۔ آپ کو میک اپ کا فن سیکھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟"

راج چندر کے چہرے پر گڑبڑاہٹ کے آثار نمودار ہو گئے، پھر اس نے کہا:

"آپ بھی عجیب ہیں۔ نہ جانے کہاں کہاں سے سوالات نکال کر لا رہے ہیں؟"

خود شوکی برادرز بھی حیران تھے، کیوں کہ راج چندر سے

سوالات تو وہ بھی کرتے رہے تھے:

"آپ پہلے میرے سوال کا جواب دیں۔"

"دراصل ہمیں روپ بدل کر دوسرے شہروں میں جانا ہوتا تھا — وہاں ہم ہندو مذہب پھیلانے کا کام کرتے تھے۔"

"خیر — میں آپ کی بات مان لیتا ہوں۔" انھوں نے کندھے اچکا دیے — محمود، فاروق اور فرزانہ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ اس انداز میں کندھے اس وقت اچکاتے تھے — جب انھیں دوسرے کی بات کا یقین نہ آیا ہو —

ان کا سفر جاری رہا — وہ سوچ کے گہرے سمندر میں اتر چکے تھے — گاڑی خان رحمان چلا رہے تھے، پھر ان کی آواز سن کر ہی وہ سمندر سے ابھرے:

"میں ایک شہر کے آثار دیکھ رہا ہوں — ہو نہ ہو — مورتیاں اس شہر میں لائی گئی ہیں۔"

"یہ ضروری نہیں خان رحمان — ہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر انھوں نے مورتیاں اس شہر کے آس پاس چھپائی ہیں تو وہ شہر میں ضرور آئیں گے — آئیں گے بھی اور جائیں گے بھی۔"

"مجھے حیرت ہے تو یہی — کہ جی موف اور سی مون جیسے بڑے لوگ اس چھوٹے سے معاملے میں کیوں الجھ گیا۔" شوکی بڑبڑایا۔

"ان کے منصوبے بعض اوقات حد درجے عجیب اور نہ سمجھ

Uploaded By Muhammad Nadeem



میں آنے والے ہوتے ہیں۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"ہم شہر میں داخل ہو رہے ہیں۔" خان رحمان نے گویا اعلان کیا —

"تو پھر کسی ہوٹل تک چلے چلو — پہلے ہم کچھ کھائیں گے — پھر یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ یہاں سی مون اور جی موف کے چیلے کا کوئی آدمی تو نہیں دیکھا گیا۔"

"یہ بات آپ بھلا کس سے پوچھیں گے۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی —

"ہوٹل کے بیروں سے۔" وہ مسکرائے۔

خان رحمان نے کار ایک ہوٹل کے سامنے کھڑی کر دی، اسے مناسب جگہ پارک کر کے وہ ہوٹل میں داخل ہوئے — ہوٹل کافی بڑا اور شان دار تھا — جوں ہی وہ ایک میز کے گرد بیٹھے — بیرا آ دھمکا — انھوں نے کھانے کا آرڈر دے دیا، ساتھ ہی انسپکٹر جمشید بولے:

"رہائش کی جگہ مل سکے گی؟"

"جی ہاں! کیوں نہیں۔" اس نے کہا اور چلا گیا۔

اسی وقت انھوں نے ہال میں ایک آدمی کو داخل ہوتے دیکھا — ان کے جسموں میں سنسنی خیز لہریں دوڑ گئیں — داخل ہونے والا سی مون تھا — اور بہت بے فکری کے عالم میں

چلا آ رہا تھا۔ کاؤنٹر کے پاس رک کر اس نے پورے ہال پر نظریں دوڑائیں اور پھر اس کی نظریں ان سب پر جیسے چپک کر رہ گئیں۔ اچانک وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"ہم پہچان لیے گئے۔" انسپکٹر جمشید نے دبی آواز میں کہا۔

"پروا نہیں — یوں بھی ہمیں ان سے ملاقات کرنا تھی — اور پوچھنا تھا — مسٹر راج چندر کی مورتیاں کہاں ہیں۔" خان رحمان بولے —

"لیکن یہ اس ہوٹل میں کیا کر رہا ہے — جی موف اس کے ساتھ کیوں نہیں؟"

"کیا خبر — یہ دونوں اسی ہوٹل میں ٹھہرے ہوں — یا پھر یہ یہاں صرف کھانا کھانے کے لیے آیا ہو۔" فرزانہ نے خیال ظاہر کیا —

"وہ — وہ ہماری طرف ہی آ رہا ہے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"یہ اور اچھا ہے — ہمیں تکلیف نہیں کرنا پڑے گی۔" فاروق خوش ہو گیا —

"تم تو اس طرح کہہ رہے ہو — جیسے یہ ہمارا مہمان ہو — اور اسے لینے کے لیے ہمیں ایئر پورٹ جانا تھا، لیکن اس سے پہلے ہی یہ خود پہنچ گیا۔" فرزانہ نے جل کر کہا۔

"تو پھر مجھے کس طرح کہنا چاہیے؟" فاروق نے جلدی سے



پوچھا —

"آپ لوگوں کو یہاں دیکھ کر بہت خوشی محسوس کر رہے ہیں ہم۔" سی مون نے نزدیک آنے پر کہا۔

"شکریہ — تشریف رکھیے — کیا نوش کریں گے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں یہیں ٹھہرا ہوا ہوں — فکر نہ کریں — اگر آپ لوگوں پر نظر نہ پڑ گئی ہوتی تو سیدھا اوپر چلا گیا ہوتا۔" سی مون بولا۔

"اس بار آمد کس طرح ہوئی؟"

"پچھلی مرتبہ مسٹر جی موف نے فون کیا تو تھا آپ کو، کہ ہم آئیں گے۔"

"ہوں — منصوبہ کیا ہے؟"

"منصوبے کی کچھ نہ پوچھیں — اس مرتبہ تو عش عش کر اٹھیں گے۔"

"کون — ہم یا آپ؟" خان رحمان نے تلملا کر کہا۔

"ہم بھی، آپ بھی، دوست بھی اور دشمن بھی۔" سی مون نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"پھر ہمیں بھی تو پتا چلے۔"

"مزا نہیں آئے گا — سسپنس نہیں رہے گا۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔" انسپکٹر جمشید نے کندھے اچکا دیے۔

"ویسے اگر آپ ضرور کچھ جاننا چاہتے ہیں تو میرے ساتھ کمرے میں چلیے۔" سی مون بولا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"کیا آپ کا خیال ہے ۔ ہم بُزدل ہیں۔ کمزور ہیں۔"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"اپنے کمرے میں چلنے کی دعوت تو اس طرح دے رہے ہیں، جیسے ہم خوف زدہ ہو کر انکار کر دیں گے۔"

"کم از کم ۔ ہم آپ لوگوں کو بزدل نہیں سمجھتے۔" سی مون مسکرایا۔

"یہ آپ کی مہربانی ہے۔" فاروق بولا۔

"میرا خیال ہے ۔ یہاں ہم آزادانہ بات چیت نہیں کر سکتے ۔ ہمیں اوپر ہی چلنا ہو گا۔"

"ہم تیار ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تو پھر آئیے ۔ آپ لوگوں کا آرڈر اوپر ہی آ جائے گا۔" سی مون نے اُٹھتے ہوئے کہا اور بیرے کو بلا کر ہدایات دینے لگے، پھر وہ اُٹھ کر لفٹ کی طرف آئے ۔ تیسری منزل پر ایک کمرے کے سامنے انھیں رُکنا پڑا ۔ سی مُون نے دروازہ کھول ڈالا اور وہ بے دھڑک اندر داخل ہو گئے ۔ اندر کُرسیاں وغیرہ موُجود تھیں، وہ آمنے سامنے بیٹھ گئے:

"اب ہم دو دو باتیں کر سکتے ہیں۔" سی مون نے مسکرا کر کہا۔

"ضرور ۔ آپ کس چکر میں ہیں؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہاں زمین کا ایک کافی بڑا ٹکڑا ہے ۔ ہم بس اس کے چکر میں ہیں۔"



"اور اس ٹکڑے میں کیا خاص بات ہے۔"

"یہ تو خیر ہم نہیں بتا سکتے ۔ آپ خود وہاں چل کر دیکھ لیں ۔ آپ کے ساتھ تو پروفیسر داؤد بھی ہیں۔"

"خیر ۔ یُوں ہی سہی ۔ وہ زمین کہاں ہے ۔ ہم اس کو بھی چیک کریں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے ۔

"شہر کے جنوب میں ۔ جب آپ اس سڑک پر تیرھویں کلومیٹر پر آئیں گے تو بائیں ہاتھ بہت وسیع اور ہموار ٹکڑا نظر آئے گا ۔ بس ۔ ہم اسی ٹکڑے کی بات کر رہے ہیں۔"

"تو آپ سے بھی وہیں ملاقات ہو گی۔"

"امید تو ہے ، لیکن ہم سے پہلے آپ کو ہمارے نگرانوں سے نبٹنا ہو گا۔" سی مُون ہنسا۔

"اوہ ۔ تو وہاں نگران مقرر کر دیے گئے ہیں ، کمال ہے۔"

"نہ صرف یہ ۔ بلکہ ان نگرانوں سے تو مقابلہ شروع بھی ہو چکا ہے ۔ آپ ہی لیٹ پہنچے ہیں۔" سی مُون نے کہا ۔

"کیا مطلب ۔ مقابلہ کرنے کے لیے کون وہاں پہنچ گیا ہے؟" انسپکٹر جمشید زور سے چونکے۔

"آپ ٹھیک سمجھے ۔ اور وہ بُری طرح چکرائے ہوئے ہیں ۔" سی مون نے کہا۔

"اگر یہ بات ہے ۔ تو ہم آپ سے یہیں نبٹ لینا پسند کریں

Uploaded By Muhammad Nadeem

گے ۔ وہاں جا کر نگرانوں کو بھی دیکھ لیں گے۔ بلکہ ہمیں اُمید ہے، جب ہم آپ کے خاتمے کی خبر نگرانوں کو دیں گے۔ تو وہ خود بخود شکست مان لیں گے۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"وہ ایسے نگران نہیں ہیں۔" سی مون بولا۔

"ویسے اگر آپ یہیں ہم سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم تیار ہیں۔" فرزانہ بولی۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ آپ لوگوں کو کھلی چھٹی ہے۔ جو جی میں آئے کر گزریں۔" سی مون نے کہا۔

"یا اللہ رحم۔" فاروق بولا۔

"یہ کمرہ دھینگا مشتی کے لیے کافی نہیں رہے گا۔ اس لیے کیوں نہ آپ اس کے بغیر خود کو قانون کے حوالے کر دیں۔"

انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اگر کر سکتے ہیں تو کر لیں۔ میں تو ہاتھ پیر ہلانے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" سی مون نے کہا۔

"تب پھر۔ ہاتھ پیر ہلانے کا کام میں کیے لیتا ہوں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید اُٹھے اور کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے۔ دوسرے ہی لمحے وہ دروازہ بند کر چکے تھے۔

"اس کی کیا ضرورت تھی۔" سی مون نے منہ بنایا۔

"ہم نے دروازہ آپ کے لیے نہیں۔ اپنے لیے بند کیا ہے۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem



انسپکٹر جمشید نے پُر اسرار انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" سی مون کے لہجے میں حیرت تھی۔

"شکست کی صورت میں ہم میں سے کوئی بھاگنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ یہیں مر جائے گا۔ یا آپ کو شکست دے دے گا۔" وہ بولے۔

"بہت خوب۔ جذبہ پسند آیا۔"

"یہ جذبہ میرا نہیں۔ اسلام کے ایک سپوت کا ہے۔ میں نے تو اس کی نقل کی ہے۔"

"اچھا ذرا ہم بھی تو اس کا نام سنیں۔"

"اس مجاہد کا نام طارق ابنِ زیاد تھا۔ اسے دریا پار کر کے دشمن کے علاقے میں اُترنا تھا۔ دریا خوف ناک بہاؤ والا تھا۔ کشتیوں کے بغیر عبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کشتیوں کا انتظام کیا گیا، پورا لشکر دریا عبور کر گیا۔ لیکن دوسرے کنارے پر پہنچتے ہی۔ طارق ابن زیاد نے حکم دیا کہ کشتیوں کو جلا دو۔ تاکہ شکست کی صورت میں بھاگ نکلنے کا کوئی راستا ہی نہ ہو۔ دو ہی باتیں ہوں۔ موت یا فتح۔ لہٰذا آج بھی یہی ہو گا۔ موت یا فتح۔ اور یہ فیصلہ میں نے صرف یہ سُن کر کیا ہے کہ ہمارے ساتھی۔ اس میدان میں پہلے ہی کام کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہم کیوں نہ آپ کو یہیں روک

کر ان کے لیے آسانی پیدا کر دیں۔" انسپکٹر جمشید روانی کے عالم میں کہتے چلے گئے۔

"اوہ!"

سی مون کے منہ سے نکلا۔ پھر وہ بلا کی تیزی سے اُچھلا، اس کے اُچھلنے کا انداز عجیب تھا۔ بہت ہی عجیب۔



# شعلے یا جنگ

چھن کی آواز بہت عجیب تھی۔ بالکل ایسی جیسی سُرخ کیا ہوا لوہا پانی میں ڈال دینے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور شعلہ ان کی نظروں سے اوجھل تھا۔

"وہ مارا۔" انسپکٹر کامران مرزا چلّائے۔

"شعلہ مارا گیا۔" آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" پروفیسر غوری فکرمندانہ انداز میں بولے۔

"کیوں انکل۔ کہا کیوں نہیں جا سکتا۔" فرحت نے بے چین ہو کر کہا۔

"اس لیے کہ جس جگہ شعلہ مُوجُود تھا۔ وہاں اب ایک گڑھا بن چکا ہے۔ گہرا گڑھا۔ میں نے ایک بہت طاقت ور مائع گیس کا فائر کیا تھا۔ جہاں اس نے شعلے کو بجھایا ہے، وہاں زمین میں گڑھا بھی بنا دیا ہے۔ ہمیں۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

پروفیسر غوری کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ ان کی نظریں گڑھے پر جمی تھیں اور آنکھوں میں بے پناہ خوف تھا۔ شعلہ ایک بار پھر بلند ہو رہا تھا۔ اسی گڑھے سے ۔۔

"اُف مالک ۔ یہ ۔۔ یہ تو پھر اُبھر رہا ہے۔" آفتاب نے کانپ کر کہا۔

"اس ۔ اس کا مطلب ہے ۔ ہم اس کو ختم نہیں کر سکے۔" پروفیسر غوری بڑبڑائے۔

"ہاں! لیکن آپ پریشان نہ ہوں۔ اور اپنی کوشش جاری رکھیں۔"

"نہیں کامران مرزا۔ یہ کوشش اس طرح جاری نہیں رہ سکے گی ۔۔ مجھے تجربہ گاہ جا کر کچھ کام کرنا ہوگا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ چلے جائیں۔ ہم تو اب یہاں سے نہیں جا سکتے ۔۔ جوں ہی آپ کو کوئی کامیابی ہو، فوراً ادھر آ جائیں۔"

"میں یہی کروں گا۔" وہ بولے اور اپنا سامان جوں کا توں چھوڑ کر کار میں بیٹھے اور چل دیے۔

"اب ہم کیا کریں؟" فرحت بولی۔

"ہم یہاں جی موف اور سی مون سے ملاقات کرنے آئے تھے ۔۔ وہ تو کہیں دکھائی نہیں دیے۔ ان کا چیلا یہ شعلہ سامنے آ گیا۔" آفتاب نے منہ بنا کر کہا۔



"جب ہم چیلے کو شکست دے دیں گے تو استاد خود بخود سامنے آ جائیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ ہم پروفیسر صاحب کے آنے تک کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔"

"ایسی بات بھی نہیں۔ ہم اپنے طور پر کوشش جاری رکھیں گے اور اس بار میں نے ایک نیا فیصلہ کیا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے پُراسرار انداز میں کہا۔

"جی ۔ کیا فرمایا ۔ نیا فیصلہ۔" آفتاب بولا۔

"ہاں! میں اس شعلے سے دوڑ لگاؤں گا۔ ذرا دیکھیں تو سہی، زیادہ تیز رفتار ہے یا میں۔" وہ پُرجوش انداز میں بولے۔

"اوہ ۔۔ یہ ۔۔ یہ بہت خطرناک ہوگا انکل۔" فرحت نے گھبرا کر کہا۔

"اب جو بھی ہو ۔ کام تو کرنا پڑے گا۔ آخر جی موف اور سی مون کو ان زمینوں سے کیا دلچسپی ہے ۔۔ یہ ان کے لیے اس قدر اہم کیوں ہیں؟" آصف کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس بات پر تو مجھے بھی حیرت ہے جناب۔" فرحت جلدی سے بولی۔

"بات واقعی بہت عجیب ہے ۔ خیر غور کریں گے۔" انسپکٹر کامران

Uploaded By Muhammad Nadeem

مرزا نے منہ بنا کر کہا۔

"تو ابھی غور کر لیتے ہیں۔" آصف نے جلدی سے کہا۔

"اس وقت تو ان شعلوں سے آمنا سامنا ہے۔ جب تک ان سے نہیں نبٹ لیتے، اس وقت تک ہم کچھ اور کرنے کے قابل نہیں ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنا کر کہا۔

"جب تک پروفیسر صاحب نہیں آ جاتے۔ اس وقت تک ان کا بھی ہم کیا بگاڑ لیں گے۔" آفتاب بولا، ساتھ میں جمائی بھی لی۔

"اس قدر بڑے دو مجرموں کا ہاتھ جس معاملے میں ہو۔ وہ کوئی چھوٹا موٹا معاملہ تو ہو نہیں سکتا۔ ان لوگوں کو تو بڑی بڑی حکومتیں دوسری حکومتوں کا تختہ الٹنے کے لیے اربوں روپے دیتی ہیں۔"

"پتا نہیں۔ یہ لوگ اربوں روپے کا کیا کرتے ہیں۔ احمق کہیں کے۔" آفتاب نے جل بھن کر کہا۔



"دولت کی ہوس عجیب چیز ہے۔ جس قدر بھی ہو، کم نظر آتی ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اچانک آصف کی نظریں میدان کی طرف اٹھ گئیں اور اس کے منہ سے نکلا:

"ارے۔ شعلہ غائب ہو گیا۔"

انھوں نے میدان کی طرف دیکھا۔ شعلہ اب وہاں نہیں تھا۔

"مقابلے میں کسی کو نہ پا کر چلا گیا بے چارا۔" آفتاب نے کہا۔

"اس سے اتنی ہی ہمدردی ہے تو میدان میں چھلانگ لگا دو اور لگا لو اس کو گلے۔" فرحت نے جل کر کہا۔

"بی اماں تو ابا جان جا رہے ہیں۔ میری باری آئی تو ضرور ایسا ہی کروں گا۔" آفتاب نے اسے گھورا۔

انسپکٹر کامران مرزا مسکراتے ہوئے میدان کی طرف بڑھ گئے، یوں ہی انھوں نے حد پار کی۔ شعلہ نمودار ہو گیا۔ ایسے میں فرحت چلائی:

"انکل۔ اگر اس کی رفتار آپ سے زیادہ ہوئی تو؟"

"دیکھا جائے گا۔" وہ بولے۔ اور میدان کے اندر ایک طرف

Uploaded By Muhammad Nadeem

دوڑ لگا دی ۔

شعلے کا رُخ بھی فوراً اس طرف ہو گیا ۔ اور پھر انھوں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا ۔ شعلہ بار بار لمبی چھلانگیں لگا رہا تھا ۔ اور ہر لمحے انسپکٹر کامران مرزا سے نزدیک ہوتا جا رہا تھا ۔ جب کہ انسپکٹر کامران مرزا بگٹٹ دوڑے جا رہے تھے ۔ ایک آدھ مرتبہ انھوں نے پیچھے مُڑ کر ضرور دیکھا تھا ۔ تاکہ یہ جان سکیں، درمیانی فاصلہ بڑھ رہا ہے یا گھٹ رہا ہے ۔

" درمیانی فاصلہ کم ہو رہا ہے انکل ۔" آصف چلّایا ۔

" فکر نہ کرو ۔" انسپکٹر کامران مرزا یہ کہ کر یک لخت رک گئے اور شعلے کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے ۔

" یہ ۔ یہ کیا ۔ کیا آپ اس سے کشتی لڑیں گے ابّا جان " آفتاب گھبرا گیا ۔

انسپکٹر کامران مرزا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا، کیوں کہ شعلہ ان کے بالکل نزدیک پہنچ چکا تھا اور اب اس کی ایک ہی چھلانگ انھیں اپنی لپیٹ میں لے سکتی تھی ۔ اچانک شعلہ اُچھلا اور ادھر انسپکٹر کامران مرزا اُچھلے ۔ انھوں نے بالکل اس طرح چھلانگ لگائی تھی ۔ جس طرح کسی زندہ دشمن کے وار سے بچنے کے لیے چھلانگ لگاتے ہیں ۔

لیکن یہ ان کی غلطی تھی ۔ وہ شعلہ تھا، انسان نہیں ۔



اور کسی سائنسی تکنیک سے اس کو کام میں لایا جا رہا تھا ۔ لہٰذا شعلہ اس جگہ نہیں گرا ۔ جہاں وہ ایک لمحے پہلے تھے ۔ بلکہ اس جگہ آیا ۔ جہاں انھوں نے چھلانگ لگائی تھی ۔ لیکن ۔ اس کے مقابلے میں بھی آخر انسپکٹر کامران مرزا تھے ۔ شاید انھیں بھی اچانک احساس ہو گیا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے ۔ لہٰذا وہ چھلانگ لگانے کے فوراً بعد حد کی طرف دوڑ پڑے تھے ۔

اب اگرچہ درمیانی فاصلہ حد درجے کم ہو گیا تھا اور شعلہ کسی بھی لمحے ان تک پہنچنے والا تھا ۔ لیکن اس کے باوجود ان کے چہرے پر بدحواسی نام کو بھی نہیں تھی ۔ اور پھر انھوں نے بھی ایک لمبی چھلانگ لگائی ۔ اور حد پر آ رہے ۔ اسی وقت شعلے نے چھلانگ لگائی ۔ انھیں یوں لگا ۔ جیسے شعلہ ان کے کپڑوں کو چھو گیا ہو ۔ تیز آنچ محسوس ہوئی اور وہ لڑھکتے ہوئے اس طرف آ گرے ۔

شعلہ وہیں حد پر کھڑا گردش کرتا رہ گیا ۔ وہ جلدی سے ان کی طرف بڑھے ۔ ان کے کپڑے آگ پکڑ چکے تھے ۔ یہ دیکھ کر آصف چلّایا :

" انکل ۔ لوٹ لگائیں ۔ آپ کے کپڑے آگ پکڑ چکے ہیں ۔"

وہ ہوش و حواس میں تھے ۔ لہٰذا فوراً لوٹ لگاتے چلے

Uploaded By Muhammad Nadeem

گئے، اس ترکیب سے آگ بجھ گئی، لیکن ان کے کپڑے کہیں کہیں سے چوں کہ سُلگ اُٹھے تھے۔ اس لیے ان کو اُتارنا ہی پڑا۔ انھوں نے اپنے اوپر ایک چادر لے لی۔

"کافی خوف ناک رہی یہ جنگ۔" آصف نے لمبا سانس کھینچا۔

"اور اس جنگ کو دیکھ کر میرے ذہن میں ایک ترکیب گھسی چلی آ رہی ہے۔" فرحت بڑبڑائی۔

"تو جگہ دے دو نا بے چاری کو۔ مایوس تو نہ کرو۔" آصف نے منہ بنایا۔

"ہاں! جگہ تو دینا ہی پڑے گی۔ اس لیے کہ انکل مجھ سے ترکیب پوچھے بغیر نہیں رہیں گے۔"

"اگر تم کہتی ہو تو پوچھے بغیر بھی رہ جاتا ہوں۔" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں! یہ بھی اچھا نہیں لگتا۔ لہٰذا میں ترکیب بتا رہی ہوں۔ پورے میدان میں ایک شعلہ موجود ہے۔ اب اگر آپ ایک بار پھر یہی تجربہ دہرائیں تو ظاہر ہے۔ شعلہ آپ کے پیچھے دوڑ پڑے گا۔ ایسے میں اگر ہم میں سے کوئی میدان میں کود جائے تو کیسی رہے گی۔"

"اوہ۔ اوہ فرحت۔ بہت شان دار ترکیب ہے۔"

"ہائیں۔ یہ۔ میں کیا محسوس کر رہی ہوں۔" فرحت نے اُلجھن



کے عالم میں کہا۔

"ایک تو ہم تمھارے محسوس کرنے سے بہت تنگ آ گئے ہیں۔" آفتاب نے جل کر کہا۔

"پہلے یہ تو پُوچھ لو۔ کیا محسوس کر رہی ہو؟" آصف مسکرایا۔

"میں۔ میں اس طرف سے کچھ لوگوں کے قدموں کی آہٹ سُن رہی ہوں۔"

"اوہ۔ پروفیسر انکل تو اتنی جلدی آ نہیں سکتے۔" آصف چونکا۔

"بالکل۔ یہی تو میں کہنے والا تھا۔ کہیں آنے والے جی موف اور سی مون نہ ہوں۔"

"ہمیں حد سے اس طرف رہتے ہوئے۔ مورچے سنبھال لینے چاہییں۔"

جلد ہی انھوں نے کچھ لوگوں کو محتاط انداز میں میدان کی طرف آتے دیکھ لیا۔

○

سی مُون کی چھلانگ اسے انسپکٹر جمشید تک لے گئی تھی، وہ فوراً سی مون کی ٹانگ پکڑنے کے لیے حرکت میں آ گئے۔ لیکن تو دروازے تک پہنچ چکا تھا۔ اور اس کی ایک ہی ٹکر

Uploaded By Muhammad Nadeem

دروازے کو دوسری طرف گرا چکی تھی۔ دوسرے ہی لمحے وُہ کمرے سے باہر تھا۔

جب وُہ دوڑ کر برامدے میں آئے تو وُہ لفٹ میں سوار ہو رہا تھا، انھوں نے بے تحاشا لفٹ کی طرف دوڑ لگا دی، لیکن اس سے پہلے ہی لفٹ نیچے جا چکی تھی۔ انھوں نے سیڑھیوں کی طرف دوڑ لگا دی۔ اور جب ہوٹل سے باہر نکلے تو سی مون ایک سفید کار میں جاتا نظر آیا۔ افراتفری کے عالم میں وُہ اپنی کار میں سوار ہوئے اور خان رحمان کی بجائے ڈرائیونگ سیٹ انسپکٹر جمشید نے سنبھال لی:

"اگرچہ ہمارا پروگرام یہ نہیں تھا۔ لیکن اس کی وجہ سے ایسا ہو گیا۔ اب ہم اسے نکلنے نہیں دیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"تب پھر۔ آپ کا پروگرام کیا تھا؟"

"سب سے پہلے اس سے مورتیوں کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔"

"ابھی تک تو ہمیں اس کیس کی کوئی کل سیدھی نظر نہیں آئی پتا نہیں یہ کس کروٹ بیٹھے گا۔" فاروق بڑبڑایا۔

"حد ہو گئی۔ اب تمھیں اونٹ اور کیس میں کوئی فرق ہی نظر نہیں آتا۔" فرزانہ جھلا اُٹھی۔



"اونٹ تو پھر بھی بہت سیدھا سادا جانور ہے۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"اور کیا ٹیڑھا پن تو بس صرف فاروق میں سمٹ کر رہ گیا ہے۔" محمود بولا۔

"اے۔ اے۔ خبردار۔" فاروق بھنا کر بولا۔

"ڈبل اے کہ لو نا بھئی۔" فرزانہ ہنسی۔

"مجھے اس کی ڈرائیونگ پر حیرت ہو رہی ہے۔ اگرچہ کار بہت مہارت سے چلائی جا رہی ہے، لیکن درمیانی فاصلہ بڑھ نہیں رہا۔ گویا ان کے مقابلے میں ہم کامیاب ہو رہے ہیں، بلکہ مجھے اس کے فرار ہونے پر بھی حیرت ہو رہی ہے۔ آخر وُہ ہوٹل سے بھاگ کیوں نکلا۔ اسے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے ان واقعات پر بھی حیرت ہو رہی ہے جو ہوٹل انگولا میں پیش آئے۔ سی مون اور جی موف کسی ہوٹل کے چکر میں تھے۔ یہ کم عجیب بات نہیں۔ خیر۔ مان لیتے ہیں۔ وُہ ان مورتیوں کے چکر میں تھے اور مورتیاں انھوں نے وہاں سے نکال لی ہیں۔ تو پھر اس کے بعد بھی وُہ ہوٹل میں کیوں نظر آئے۔ مجھے اس پر بھی شدید حیرت ہے۔" انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے۔

"تو یوں کہیے نا۔ آپ کو حیرت در حیرت ہے۔" فاروق

Uploaded By Muhammad Nadeem

بولا۔

"اور اب ہم ان سے اور نزدیک ہو گئے ہیں۔" خان رحمان نے کہا۔

"لیکن اب ہم شہر سے باہر نکل چکے ہیں۔ پتا نہیں یہ لوگ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟" پروفیسر داؤد بولے۔

"مورتیاں حاصل کر لینے کے بعد بھی ان کے ہوٹل میں ٹھہرے رہنے کی ایک وجہ میری ناقص عقل میں آتی ہے۔" شوکی بولا۔

"ارے تو بتا دو نا بڑے بھائی۔ شرما کیوں رہے ہو۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ان مورتیوں کو ٹھکانے لگانے کا مسئلہ ہے۔ انھوں نے مورتیوں کو ہوٹل سے تو ضرور نکال لیا ہے، لیکن۔ اس کے بعد جہاں رکھا ہے۔ وہاں سے ٹھکانے لگانے کا پروگرام ابھی باقی ہے۔ اور شاید انھیں ہوٹل میں کسی سے ملاقات کرنا ہو۔ لیکن ملاقات ہو گئی ہم سے۔"

"ہوں! خیر۔ دیکھا جائے گا۔ ویسے بات دل کو لگتی ہے۔"

"سفید کار کی رفتار اب کم ہو چلی ہے۔ شاید وہ اس کھلی فضا میں ہم سے دو دو ہاتھ کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ اور ہو سکتا ہے۔ اسی لیے یہ ہوٹل سے فرار ہوا ہو۔ درمیانی فاصلہ بھی اسی لیے نہیں بڑھ سکا۔"



"یہ اور اچھا ہے۔ ان سے یہیں دو دو ہاتھ ہو جائیں۔" خان رحمان بولے۔

"لل۔ لیکن۔ یہاں میری مورتیاں کہاں؟" راج چندر نے فکرمندانہ انداز میں کہا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ ہم ان لوگوں سے وہ مورتیاں حاصل کر کے رہیں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

اور اُسی وقت سفید کار رکتی نظر آئی۔ وہ اس سے آگے نکل گئے، پھر کار کو سڑک پر ٹیڑھا کر کے کھڑا کیا اور نیچے اُتر آئے:

"مسٹر سی مون۔ آخر آپ کا پروگرام کیا ہے؟"

"کیا مطلب؟" سفید کار میں ایک عورت کی آواز سنائی دی۔

وہ چونک اُٹھے۔ اور جلدی سے کار کی طرف دیکھا۔ اس میں سے ایک لڑکی اُتر رہی تھی:

"آپ لوگوں نے آخر سڑک کیوں روکی ہے۔ اور آپ میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے۔ اوہ۔ آپ لوگ ضرور ڈاکو واکو ہیں۔"

"محترمہ۔ ہم ڈاکو تو شاید ہو سکتے ہیں۔ واکو ہرگز نہیں۔" فاروق نے جل کر کہا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

مہربانی فرما کر راستا چھوڑ دیں ۔ میں بہت جلدی میں ہوں۔"

"ہم آپ کی کار کی تلاشی لیں گے ۔ اس کے بغیر آپ ہرگز نہیں جا سکتیں۔"

"کیا مطلب"؟ اس نے چونک کر کہا۔

"پولیس"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اوہ ۔ تو یہ بات ہے ۔ آپ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ میں کوئی جرائم پیشہ عورت ہوں ۔ آیئے ۔ شوق سے تلاشی لیجیے ۔"

لڑکی نے کندھے اچکائے۔

انھوں نے آگے بڑھ کر تلاشی لی ۔ کار میں سی مون کا نام و نشان تک نہیں تھا ۔ جب کہ اسے اس کار میں بیٹھتے انھوں نے بالکل صاف دیکھا تھا ۔

"آپ جا سکتی ہیں۔"

"ایک منٹ انکل ۔ آپ نے ان کی تلاشی نہیں لی۔" اخلاق بول اٹھا ۔

"اوہ ہاں ۔ فرزانہ ۔ تم ان کی تلاشی بھی لے لو۔" انسپکٹر جمشید نے کہا ۔

"جی بہتر!"

فرزانہ نے آگے بڑھ کر اس کی تلاشی لی ۔ اور پھر نفی میں



سر ہلا دیا ۔

"آپ جا سکتی ہیں۔"

"آپ لوگوں کی یہ زیادتی یاد رہے گی۔" اس نے جل بھن کر کہا ۔

انسپکٹر جمشید نے کار ایک طرف کر لی اور وہ زوں کر کے نکل گئی ۔

"یہ کیا ہوا"؟ پروفیسر داؤد کھوئے کھوئے انداز میں بولے ۔

"دھوکا ۔ ہم سے چال چلی گئی۔" انسپکٹر جمشید بولے ۔

"لیکن کیسے جمشید ۔ کار تو برابر ہماری نظروں میں رہی ۔ اور اس قدر رفتار پر کوئی کار سے کود نہیں سکتا۔" خان رحمان نے کہا ۔

"وہ کودا بھی نہیں اور سوار بھی اسی کار پر ہوا تھا ۔ گڑ بڑ کہیں راستے میں ہوئی ہے ۔ خیر آؤ ۔ دیکھا جائے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے ۔

وہ واپس روانہ ہوئے ، کیوں کہ آگے جانے کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں تھی ۔

"ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آ سکی ۔ کہ وہ کار سے کس طرح اترا۔" فرزانہ نے الجھن کے عالم میں کہا ۔

"بھئی وہ سی مون ہے ۔ اپنے وقت کا خطرناک ترین آدمی۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی ہاں! یہ تو ہے" محمود نے کندھے اچکائے۔

"ارے۔ آگ۔ وہ دیکھیے" ایسے میں اشفاق چلّا اٹھا۔

انھوں نے دور بہت دور ایک کھلے میدان میں ایک شعلہ دیکھا۔



# شعلے سے جنگ

"ان لوگوں کے تیور اچھے نظر نہیں آتے، لیکن اس کے باوجود جب تک ہم ان سے بات چیت نہ کر لیں۔ لڑائی شروع نہیں کریں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے انھیں ہدایت دی۔

"جی بہتر۔ لیکن ابّا جان۔ شاید انھوں نے بھی ہمیں دیکھ لیا ہے۔ اور یہ بات بھی بھانپ لی ہے کہ ہم نے مورچے سنبھال رکھے ہیں۔" آفتاب نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ ہم بھی تو چھپ کر وار کرنا پسند نہیں کرتے۔" وہ بولے۔

ان کی نظریں آنے والوں پر جم کر رہ گئیں۔ اب وہ اس حد تک جھک کر آ رہے تھے کہ انھیں آسانی سے نشانے پر نہیں لیا جا سکتا تھا۔ ان کے انداز کو دیکھ کر انسپکٹر کامران مرزا بولے:

"ایک بات میں یقین سے کہہ سکتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ آنے والے اناڑی ہرگز نہیں ہیں۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

"یہی تو مشکل ہے ۔ ہمارے مقابلے پر اناڑی لوگ تو آتے ہی نہیں ۔ میں تو ترس گیا ہوں ۔ اناڑیوں کو۔" آفتاب نے کہا ۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔" فرحت نے تیز لہجے میں کہا۔

"کس کا ۔ تمہارا ۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں ۔ یہ تو کسی ڈاکٹر سے پوچھو۔"

"میں تمہارے دماغ کی بات کر رہی ہوں ۔ اوٹ پٹانگ باتیں جو کر رہے ہو۔"

"یہ بھی کوئی نئی بات ہے فرحت۔" آصف مسکرایا۔

"اوہ ۔ یہ ۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔" انسپکٹر کامران مرزا کے لہجے میں حیرت تھی ۔

"جو بھی دیکھ رہے ہیں ۔ ہمیں بھی دکھا دیں۔" آفتاب جلدی سے بولا ۔

"اللہ نے دو بڑی بڑی آنکھیں تمہیں بھی دے رکھی ہیں ۔ ان سے خود ہی دیکھ لو نا۔" فرحت نے فوراً کہا۔

"میرا خیال ہے ۔ ابھی آپس میں لڑنے کا وقت شروع نہیں ہوا ۔ اس وقت تو ہمیں انہیں دیکھنا ہے۔" آصف نے گھبرا کر کہا ۔

"ان لوگوں سے تو لڑ چکے ہم۔" انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

"جی کیا مطلب ۔ کیا یہ لوگ بہت زیادہ طاقت ور ہیں؟"

"ہاں!" وہ بولے ۔

"ارے باپ رے ۔ لیکن ابا جان ۔ یہ لوگ جی موف اور سی مون تو نظر نہیں آتے۔"

"نہیں ۔ یہ وہ نہیں ہیں ۔ بلکہ ۔" وہ کہتے کہتے رک گئے ۔

"بلکہ کیا؟"

"ٹھہرو۔" یہ کہہ کر انھوں نے آنے والوں کی طرف دیکھا اور پھر بلند آواز میں بولے :

"اگر میں غلطی پر نہیں ہوں ۔ تو یہ آپ ہیں۔"

"آپ ۔ یہ کیا نام ہوا؟" آفتاب کے لہجے میں حیرت تھی ۔

"آپ نے ٹھیک پہچانا۔" دوسری طرف سے چہک کر کہا گیا ۔

"ہائیں ۔ یہ آواز تو انکل جمشید کی ہے ۔ کہیں میرے کان تو نہیں بجے۔" آفتاب چلا اٹھا۔

"اوہ ۔ ارے ۔ ہائیں ۔ کیا واقعی ۔ یہ آپ لوگ ہیں۔" دوسری طرف سے فاروق کی آواز سنائی دی ۔

"کوئی اور لفظ نہیں رہ گیا کیا؟" آصف جل کر بولا ۔

"ارے بھئی ۔ یہ تو وہی ہیں۔" محمود نے نعرہ مارا ۔

"لیجیے ۔ اب ہم وہی ہو گئے۔" آفتاب نے بھنا کر کہا ۔

اور پھر وہ ایک دوسرے کی طرف دوڑ پڑے ۔ اور زبردست

Uploaded By Muhammad Nadeem

انداز میں ایک دوسرے سے ٹکرائے۔

"یہ ہم گلے مل رہے ہیں۔۔ یا زور آزمائی کر رہے ہیں"۔ پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔

"آپ کے ساتھی بھی آنے والے ہی ہوں گے"۔

"آنے والے کیا ہوتا ہے۔ میں آ چکا ہوں"۔ پیچھے سے پروفیسر غوری کی آواز سنائی دی۔

"اوہو۔۔ یہ آپ ہیں"۔ پروفیسر داؤد ان کی طرف مُڑ گئے۔

"ایک فی صد بھی امید نہیں تھی کہ ان حالات میں ملاقات ہو گی"۔

"پتا نہیں اس امید کو کیا ہو گیا ہے۔۔ایک فی صد پر آ ٹکتی ہے"۔ فاروق بولا۔

"نہیں بھئی۔ پہلے ہم واقعات سنیں گے۔۔ یہ لوگ ہم سے پہلے یہاں کیوں موجود ہیں۔ ارے ہاں۔۔وہ شعلہ کہاں گیا؟"

"آرام کرنے گیا ہے"۔ آفتاب بولا۔

"اوہو۔۔شوکی برادرز بھی ہیں۔ بھئی تم لوگ کیوں الگ تھلگ کھڑے ہو گئے۔ بُری بات ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا پارٹی جلدی سے ان کی طرف بڑھی اور پھر ان سے بھی گلے مِلا گیا۔

"اور ۔۔ یہ کون صاحب ہیں؟" انسپکٹر کامران مرزا راج چندر کی طرف اشارہ کرکے بولے۔



"ان کی تو آپ کو کہانی سنائی جائے گی"۔ وہ مسکرائے۔

"ارے! تم نے کہا تھا۔ شعلہ آرام کرنے گیا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی"۔ محمود نے چونک کر کہا۔

"بہت جلدی خیال آیا"۔ آصف مسکرا دیا۔

"شکر کرو۔ آ تو گیا"۔ فاروق بولا۔

"کک۔۔کون۔۔کون آ گیا؟" پروفیسر داؤد بے دھیانی کے عالم میں بولے۔

"جی خیال۔۔پتا نہیں ان خیالوں کو کیا ہو گیا۔۔ عام طور پر بہت دیر سے آتے ہیں"۔

"ہاں! یہ تو مصیبت ہے۔۔ان کا کوئی بندوبست کرنا ہی پڑے گا"۔ خان رحمان بولے۔

"لیجیے۔۔ اب خیالوں کا بھی بندوبست ہوا کرے گا"۔

"وہ۔۔ شعلے کے بارے میں نہیں بتایا اب تک"۔ فرزانہ بے چین ہو گئی۔

"یوں مزا نہیں آئے گا۔۔بیٹھ کر ایک دوسرے کے حالات سن لیتے ہیں۔۔اس کے بعد سوچیں گے۔۔کیا کرنا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

ایک دوسرے کے حالات پوری تفصیل سے سُنے گئے۔ اور پھر سب کی نظریں راج چندر پر جم گئیں:

Uploaded By Muhammad Nadeem

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اس بار کا کیس ان کے گرد گھوم رہا ہے۔" محمود بڑبڑایا۔

"ان کے گرد بھی اور مورتیوں کے گرد بھی۔" آصف بولا۔

"اور عجیب ترین بات یہ ہے کہ ان مورتیوں کے گرد جی موف اور سی مون گھوم رہے ہیں۔" فاروق بولا۔

"گھومنے کی بھی ایک ہی کہی۔ ہم بھی تو جی موف اور سی مون کے گرد گھوم رہے ہیں۔" آفتاب نے منہ بنا کر کہا۔

"مجھے تو یہ سارا میدان ہی گھومتا نظر آ رہا ہے۔ اب دیکھیے نا۔ اس میدان میں تو شعلے تک گھومتے ہیں۔"

"آج ہم لوگوں کا گھومنے کی گردان کرنے کا ارادہ تو نہیں۔"

"تم لوگ تو ہو فارغ۔ ہم دونوں ذرا الگ ہٹ کر شعلے پر بات کر لیں۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"اوہ ہاں۔ ضرور۔" انھوں نے فوراً کہا۔

اور دونوں پروفیسر الگ ہٹ کر اس جگہ پہنچ گئے۔ جہاں پروفیسر خوری نے اپنے آلات نصب کر رکھے تھے۔

"یہ دونوں انکلز تو سمجھو ہو گئے ہم سے بالکل الگ اور پہنچ گئے اپنی سائنس کی دنیا میں۔ لہٰذا ہمیں بھی انھیں ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے اور اپنا پروگرام طے کرنا چاہیے۔" محمود بولا۔



"پروگرام طے کرنے کی بھی ایک ہی رہی۔ بھئی سیدھی سی بات ہے۔ ہمیں اس شعلے سے جنگ لڑنا ہو گی۔" آصف نے جلدی سے کہا۔

"کک۔ کیا کہا۔ شعلے سے جنگ۔ یہ۔ یہ۔ یہ تو۔" فاروق نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"شروع ہو گئے ناولوں کے نام۔" آفتاب نے بھنّا کر کہا۔

"اور ان کی آمد سے پہلے خود تمھیں جو سوجھ رہے تھے۔" فرحت نے اسے گھورا۔

"ہائیں۔ تو کیا آج تم مجھ سے لڑو گی اور فاروق کا ساتھ دو گی۔"

"ضرور۔ کیوں نہیں۔ فاروق بھائی بہت اچھے ہیں۔"

"ارے باپ رے۔ میرے خلاف کوئی چال چلنے کا ارادہ تو نہیں ہے فرحت؟" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"چال ہم چلیں گے شعلے کے خلاف۔"

"میرا خیال ہے۔ اس کے لیے تو پروفیسر انکلز ہی کافی ہو جائیں گے۔" شوکی بولا۔

"بھئی مکھن۔ آج تم بہت خاموش ہو۔"

"اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا۔ موقع ملے گا تو بولوں گا نا۔" مکھن نے مسمسی صورت بنائی۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

اور وہ مسکرا دیے۔

"پروفیسر صاحبان اپنا کام کرتے رہیں گے۔ ہم تو شعلے سے دو دو ہاتھ کر لیں۔" انسپکٹر جمشید کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔

"تجویز بہت معقول ہے۔"

"آپ تو اس کا سامنا کر چکے ہیں۔ اس سے دوڑ بھاگ بھی کر چکے ہیں — اب ذرا میں بھی تجربہ کر لوں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ضرور — کیوں نہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"یوں بھی — بھائی شعلے سے ملاقات کے لیے ہم بہت بے چین ہیں۔" فاروق بولا۔

"دھت تیرے کی۔ اب شعلے کو بھائی بنا لیا۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"تم لوگ ابھی یہیں ٹھہرو گے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور حد کی طرف بڑھ گئے — اب سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پروفیسر صاحبان نے بھی ان کی طرف دیکھا۔

"ذرا احتیاط سے جمشید۔" پروفیسر داؤد فکرمندانہ انداز میں بولے۔

"فکر نہ کریں۔" وہ بولے اور حد پار کر گئے۔

فوراً شعلہ ابھرا — اور ان کی طرف جھپٹا۔ انہوں نے جلدی سے رخ بدلا اور دوڑ پڑے — شعلہ ان کے پیچھے لپکا — انہوں نے دائرے کی صورت میں دوڑ شروع کر دی اور جلد ہی ان کے



بالکل نزدیک پہنچ گئے، پھر حد سے نکل کر ان کے پاس آ گئے۔

"اس کی تو رفتار بھی کم نہیں ہے۔"

"ہاں! واقعی۔" محمود بولا۔

"ابا جان — اب آپ لوگ ذرا ہمیں بھی اجازت دیں۔" ایسے میں فرزانہ بولی۔

"نہیں بھئی — تم شعلے کے مقابلے میں تیز نہیں دوڑ سکو گے۔" انسپکٹر جمشید نے انکار میں سر ہلایا۔

"آپ فکر نہ کریں — ہم خطرہ مول نہیں لیں گے — بس ذرا تجربہ کریں گے۔"

"اچھا ٹھیک ہے — ہو سکتا ہے — تمہارے تجربے سے ہی کوئی بات سامنے آ جائے۔" وہ بولے۔

چھوٹی پارٹی ان سے الگ ہو کر پہلے تو کھسر پھسر کرتی رہی، پھر وہ حد کے ساتھ ساتھ چلنے لگی — جلد ہی وہ حد کے چاروں طرف الگ الگ کھڑے نظر آئے:

"یہ — کیا بھئی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہم مختلف مقامات سے ایک ہی وقت میں حد کے اندر داخل ہوں گے — دیکھتے ہیں، اس صورت میں شعلہ کیا کرتا ہے۔" فرزانہ نے بلند آواز میں کہا۔

"بہت خوب — بہت دل چسپ۔" پروفیسر داؤد بولے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"شکریہ انکل۔" انھوں نے ایک ساتھ کہا اور پھر حد کے اندر پاؤں رکھ دیے۔

"حد سے دُور ہرگز نہ ہونا۔ تاکہ اِدھر آنے میں دقّت نہ ہو۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"یہ ہم پہلے ہی طے کر چکے ہیں۔"

اچانک انھوں نے ایک ہول ناک منظر دیکھا۔ اور اس منظر کے دیکھنے کی اُمید انھیں ایک فی صد بھی نہیں تھی۔

چھوٹی پارٹی حواس باختہ ہو گئی۔ ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا اور اگر وہ فوراً ہی چھلانگیں لگا لگا کر حد کے اس طرف نہ آ جاتے تو مارے گئے تھے بے موت۔ ان میں سے ہر ایک کے سامنے ایک شعلہ ابھرا تھا اور ان کی طرف لپکا تھا، جب کہ وہ اس وقت تک یہ خیال کرتے رہے تھے کہ پورے میدان کے لیے بس ایک ہی شعلہ ہے۔ لیکن اتنے بہت سے شعلے دیکھ کر تو ان کی سٹی ہی گم ہو گئی تھی۔

کئی منٹ بعد انھوں نے سکون کا سانس لیا اور حواس واپس آئے۔ شعلے اب پھر غائب ہو چکے تھے۔

"کک۔ کہیں ہم نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا۔"

"خواب کا یہاں کیا کام۔ یہاں تو شعلے رقص کر رہے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے۔ جی موف اور سی موِن نے اس بار ہمارے



مقابلے میں شعلوں کی فوج تیار کی ہے۔"

"تب پھر۔ اس فوج سے پروفیسر انکلز ہی لڑیں گے۔ یہ ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔" فاروق نے جلدی سے ان کی طرف دیکھا۔

"ہم دونوں ایک تجربہ کرنا چاہتے ہیں بھئی۔" پروفیسر داؤد کی آواز اُبھری۔

"ضرور کریں۔ بلکہ شوق سے کریں۔ بھلا ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" خان رحمان مسکرائے۔

"لیکن وہ تجربہ تم لوگوں کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔" وہ بولے۔

"کیا مطلب؟" ان کے مُنہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہم دو شعلوں کو آپس میں ٹکرا کر دیکھنا چاہتے ہیں۔" پروفیسر غوری بولے۔

"جی۔ کیا مطلب۔ شعلوں کو ٹکرا کر دیکھنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں! اور یہ سوچنا تم لوگوں کا کام ہے کہ دو شعلے آپس میں کس طرح ٹکرا سکتے ہیں۔"

"شاید۔ یہ ہماری زندگی کا ایک عجیب ترین کام ہو گا۔" انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

"ہاں! لیکن تم لوگوں کو یہ کام کرنا ہے۔" پروفیسر داؤد نے

Uploaded By Muhammad Nadeem

کہا۔

انسپکٹر کامران مرزا نے انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا اور بولے:

"میرا خیال ہے۔ یہ کام صرف ہم دو کو کرنا پڑے گا۔"

"بہت بہت شکریہ انکل۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"شکریہ کس بات کا؟"

"ہم بال بال بچے۔"

"ابھی کہاں۔ شعلوں سے جنگ تو ہو کر رہے گی۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"اگر آپ لوگ ان کا کوئی توڑ دریافت کر لیں۔ تو۔ تو کیا اس صورت میں بھی جنگ لڑنا ہو گی؟"

"میرا خیال ہے۔ اس صورت میں نہیں۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"لیکن انکل۔ اگر آپ کے تجربات کارگر نہ ہوئے۔ تو ہم ان شعلوں سے جنگ کس طرح لڑیں گے۔ میرا مطلب ہے۔ ان پر نہ تو پستول کی گولی اثر کرتی ہے۔ نہ تیر، نہ تلوار۔ یہاں تک کہ میرا چاقو بھی ان شعلوں کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

محمود کے آخری جملوں نے ان کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑا دی۔ پروفیسر داؤد نے اس کی کمر پر ایک دھپ رسید کرتے ہوئے کہا:

Uploaded By Muhammad Nadeem



"فکر کی ضرورت نہیں۔ ہم بھی ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہیں۔ کوئی نہ کوئی حل نکال ہی لیں گے۔"

"اب سوال یہ ہے کہ شعلوں کو ٹکرایا کس طرح جائے؟" خان رحمان بولے۔

"م م۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب آ رہی ہے۔" انھوں نے مکھن کی ڈری ڈری آواز سنی۔

"کیا وہ ترکیب خوف ناک ہے؟" فاروق نے اسے گھورا۔

"ن نہیں تو۔ یہ کس نے کہ دیا آپ سے؟"

"تمھارے ڈرے ڈرے انداز نے۔" وہ مسکرایا۔

"حیرت ہے۔ ترکیب تمھاری طرف کس طرح پھسل گئی۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"تمھیں بھی اجازت ہے۔ بلکہ سب اپنی اپنی ترکیب بتا سکتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"میدان کے ایک سرے پر انکل انسپکٹر جمشید نمودار ہوں۔ دوسرے سرے پر انکل انسپکٹر کامران مرزا۔ دونوں میدان کے درمیانی حصے کی طرف دوڑیں۔ ظاہر ہے۔ شعلے ان کا پیچھا کریں گے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کی بالکل سیدھ میں دوڑیں۔ شعلے بھی بالکل سیدھ میں آگے بڑھیں گے۔ اب یہ ان کی پھرتی اور تیزی کا کمال ہو گا۔ یہ ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور ٹکراتے ہی

دھڑام سے نیچے گر پڑیں اور نیچے گرتے ہی یک دم ایک طرف لڑھک جائیں۔ شعلے پوری رفتار پر آ رہے ہوں گے۔ پوری امید ہے، وہ ایک دوسرے سے ضرور ٹکرائیں گے۔"

"اوہ۔ یہ تو واقعی ایک خوف ناک ترکیب ہے۔ لیکن ہے زور دار۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"میرا خیال ہے۔ ان حالات میں اس سے بہتر ترکیب کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔" خان رحمان بولے۔

"ٹھیک ہے۔۔ ہم اس پر عمل کریں گے، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نتیجہ وہی نکلے گا جو ان کے ذہن میں آیا۔" انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

"خیر۔ کوئی بات نہیں۔ تجربہ تو کرنا ہی پڑے گا۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اور پھر وہ دونوں تیار ہو گئے۔ پہلے وہ حد کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک میدان کے دائیں طرف پہنچ گیا۔ دوسرا بائیں طرف۔ اب ان دونوں نے ایک ساتھ اندر کی طرف چھلانگیں لگائیں۔ اور کافی حد تک اندر کی طرف آ گرے۔ دوسرے ہی لمحے ان کی کمر کی طرف شعلے نمودار ہوئے، وہ بلا کی رفتار سے بھاگے۔ ادھر شعلے ان کی طرف دوڑے۔ دونوں ایک دوسرے کی بالکل سیدھ میں دوڑ رہے تھے۔ انھیں یوں محسوس ہو رہا تھا

Uploaded By Muhammad Nadeem



جیسے وہ اب ایک دوسرے سے ٹکرائے اور اب ٹکرائے۔ پھر جوں ہی وہ ایک دوسرے کے بالکل نزدیک پہنچے۔ دھڑام سے گرے اور اس طرح لڑھکے کہ ایک دائیں طرف تھے تو دوسرے بائیں طرف۔ عین اسی لمحے ایک ہول ناک دھماکا ہوا۔ انہیں یوں لگا جیسے بادل زور سے ٹکرائے ہوں۔ ان دونوں کو یوں لگا جیسے ان کے سروں پر پہاڑ ٹوٹا ہوا۔ اور ان سب کو اپنے کانوں کے پردے پھٹتے محسوس ہوئے۔ وہ بھی اپنی جگہوں پر کھڑے نہیں رہ سکے تھے۔ بری طرح لڑکھڑا کر گرے تھے۔ زمین میں تھرتھراہٹ سی محسوس ہوئی تھی۔ انھوں نے جلدی سے اٹھ کر دیکھا۔ انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا مکمل طور پر بے ہوش پڑے تھے اور دو شعلے ایک بار پھر ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"پروفیسر انکل۔ جلدی کریں۔"

ان کے بھی ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ شعلوں کو اگر روکا نہ جاتا تو دونوں گئے تھے کام سے؛ چناں چہ پروفیسر غوری فوری طور پر اپنی نصب کردہ مشین پر جھکے۔ اور شعلوں کو زد پر لے کر دو فائر کر دیے۔ شعلے فوراً بجھ گئے۔

"دوڑو۔ اور ان دونوں کو اٹھا کر حد کے اس طرف لے آؤ۔" پروفیسر غوری چلائے۔

خان رحمان، محمود، آصف اور آفتاب نے فوراً اندر کی

طرف چھلانگیں لگا دیں، لیکن چھلانگیں لگاتے وقت وہ بھول گئے تھے کہ ان کے لیے مزید شعلے جی موف اور سی مون کے سٹاک میں موجود تھے۔ فوراً ہی شعلے اُبھرے اور ان کے تعاقب میں لپکے۔

باہر موجود باقی لوگ دھک سے رہ گئے۔ وہ لمحات انتہائی پُر ہول ہو چکے تھے۔



# چند منٹ اور

"انکل! جلدی فائر کریں۔ ورنہ ہمارے ساتھی بھسم ہو جائیں گے۔" شوکی چلایا۔

پروفیسر غوری پر بوکھلاہٹ سوار ہو گئی، ایسے میں پروفیسر داؤد اس کی مدد کے لیے آگے بڑھے۔ اب دونوں نے نشانے لے کر فائرنگ شروع کر دی۔ شعلے تڑا تڑ بجھنے اور غائب ہونے لگے۔ لیکن اس طرح انہیں صرف چند سیکنڈ کی مہلت مل سکتی تھی، کیونکہ شعلے جلد ہی دوبارہ اُبھر اُٹھتے تھے۔

"تم لوگ جلد از جلد اس طرف آنے کی کوشش کرو۔ ورنہ ہماری یہ ترکیب بھی فیل ہو جائے گی۔" پروفیسر داؤد نے بلند آواز میں کہا۔

اس وقت تک خان رحمان انسپکٹر جمشید تک پہنچ چکے تھے۔ انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ انھیں کندھے پر اُٹھا لیا اور ٹھہری ہوئی آواز میں بولے:

Uploaded By Muhammad Nadeem

"اب اگر شعلے نے مجھے جلا بھی دیا تو افسوس نہیں رہے گا، میں اپنے دوست کے ساتھ اس دُنیا سے رُخصت ہونا چاہتا ہوں۔ دوست کے بغیر یہ دُنیا مجھے اچھی نہیں لگے گی۔"

عین اس وقت انہیں شدید تپش کا احساس ہوا۔ ایک شعلہ ان کے عین پیچھے پہنچ گیا تھا۔ انھوں نے بلا کی رفتار سے ذرا سا رُخ بدلا اور حد کی طرف دوڑے۔ ادھر پروفیسر غوری نے اس شعلے کا نشانہ لیا۔ وہ فوراً بُجھ گیا، لیکن پھر اُبھرا اور آگے بڑھا۔ انھوں نے پھر فائر کیا۔ اس وقت تک خان رحمان نصف فاصلہ طے کر چکے تھے۔ اور ان کی پشت پر کپڑوں نے آگ پکڑ لی تھی۔

"آپ یہ محاذ سنبھالے رہیں۔ مَیں انسپکٹر کامران مرزا کی طرف کوشش کر رہا ہوں۔" پروفیسر داؤد نے چیخ کر کہا۔

"اچھی بات ہے۔" پروفیسر غوری بولے۔

دُوسری طرف آصف اور محمود نے مل کر انسپکٹر کامران مرزا کو اُٹھا لیا تھا۔ اور دو شعلے اُن کی طرف لپک رہے تھے۔ اُن کی رفتار بہت کم تھی۔ جب کہ شعلے پُوری رفتار پر تھے۔ یہ تو پروفیسر داؤد تھے۔ جو بار بار فائر کر کے شعلوں کا راستا روک رہے تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ محسوس کر رہے تھے کہ درمیانی فاصلہ ہر مرتبہ کم ہو رہا تھا۔ فارُوق اور آفتاب نے بھی یہ بات محسوس کر لی۔ انھوں نے دوڑ لگائی اور شعلوں اور ان کے درمیان آ گئے۔ اور اس طرح ان کے پیچھے جو شعلے تھے۔ وُہ بھی اسی سمت میں آ جمع ہوئے۔

"تم دونوں جلد از جلد انکل کو نکال لے جاؤ۔ شعلوں کو ہم روکیں گے۔"

"نہیں فارُوق۔ تم درمیان سے ہٹ جاؤ۔ تمھارے حصّے کے شعلے بھی اب ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔ پہلے چار شعلے ہماری طرف بڑھ رہے تھے۔ اب چھے۔ تم الگ ہی بہتر تھے۔" آصف بولا۔

"یہ باتوں کا وقت نہیں آصف۔ حد کی طرف بڑھتے چلے جاؤ، ہماری فکر نہ کرو۔ ہماری زندگیاں انکل کی زندگی سے زیادہ اہم نہیں ہیں۔" فارُوق جذباتی آواز میں بولا۔

محمود اور آصف کچھ نہ کر سکے۔ اُسی وقت فارُوق اور آفتاب پورے چھے شعلوں کے گھیرے میں آ گئے۔ انھیں یُوں لگا جیسے شعلے خوشی میں ناچ رہے ہوں۔ قریب تھا۔ شعلے انہیں جلا کر راکھ کر دیتے۔ پروفیسر داؤد نے انتہائی تیز رفتاری سے فائرنگ کی۔ گیس کی دھاریں شعلوں سے ٹکرائیں۔ چھن چھن کی آوازیں آئیں اور شعلے نیچے بیٹھتے چلے گئے، لیکن فوراً ہی شعلے اُبھرے اور ان دونوں کی طرف لپکے۔ جب کہ پروفیسر داؤد

Uploaded By Muhammad Nadeem

دوبارہ فائر کرنے کے قابل ہوتے۔ ایک شعلہ فارُوق کے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔ اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی۔ ادھر پروفیسر داؤد نے فائر کیا۔ شعلہ بُجھ گیا۔ اور انھوں نے فارُوق کو بہت تیزی سے جلتے دیکھا۔ انھیں اور تو کچھ نہ سوجھا۔ ایک فائر فارُوق پر بھی کر ڈالا۔ نتیجہ حیرت انگیز نکلا آگ فوراً بُجھ گئی۔ فارُوق فوراً زمین پر گرا اور لوٹ لگانے لگا، کیوں کہ کپڑے سلگ رہے تھے۔

ادھر آفتاب کی طرف بڑھنے والا شعلہ عین اس وقت بجھا تھا جب وُہ اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ وُہ بال بال بچا۔ لیکن اب بھی اس کے گرد چار شعلے باقی تھے؛ تاہم اس کی وجہ سے فاروق بچ نکلا تھا۔ پروفیسر داؤد نے جلدی جلدی ادھر بھی فائر کیے۔

اس وقت تک خان رحمان انسپکٹر جمشید کو لے کر حد کے اُس طرف آچکے تھے۔ انھیں اس طرف چھوڑتے ہی وُہ محمود اور آصف کی طرف لپکے۔ ان سے انسپکٹر کامران مرزا کو لیا اور حد کی طرف لپکے۔

اب وُہ سب حد تک پہنچ چکے تھے۔ قریب قریب سبھی کے کپڑے سُلگ رہے تھے۔ اور سب سے بُرا حال فارُوق کا تھا۔ اس کا جسم کئی جگہوں سے بُری طرح جھلس چکا تھا۔ سب نے



ادھر پہنچ کر سکون کا سانس لیا۔ شعلے ایک منٹ تک گردش کرتے رہے۔ پھر غائب ہو گئے۔

"شعلوں کو ٹکرانے کا تجربہ مہنگا ہی رہا۔ فائدہ کچھ نہیں ہوا، اگر میدان میں صرف دو شعلے ہوتے تو پھر ہم کہہ سکتے تھے کہ سودا مہنگا نہیں رہا، کیوں کہ اتنی پریشانی اٹھا کر شعلوں سے نجات تو حاصل کر سکتے تھے۔" پروفیسر داؤد نے فکرمندانہ لہجے میں کہا۔

"چلیے خیر۔ جو ہونا تھا۔ ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔ میدان میں داخل ہو کر اس کی تلاشی لینا بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر ہم کیس میں آگے نہیں بڑھ سکتے، مطلب یہ کہ اگر ہم آگے نہ بڑھ سکے تو گویا ہماری گاڑی ٹھپ ہو کر رہ جائے گی۔" خان رحمان بولے۔

"پہلے زخمیوں کی مرہم پٹی کا بندوبست کرو۔ میں اور پروفیسر فوری کچھ اور تجربات کر کے دیکھتے ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ یہ شعلے مکمل طور پر تباہ نہیں ہوتے۔ چند سیکنڈ کے لیے بجھتے ہیں، پھر اُوپر اٹھ جاتے ہیں۔"

"اور مزے کی بات یہ کہ سی مون اور جی موف کا دُور دُور تک پتا نہیں۔ گویا وُہ ہم سے جنگ بھی لڑ رہے ہیں اور انھیں ہمارے سامنے آنے کی بھی ضرورت نہیں۔" فارُوق نے منہ بنایا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"سامنے تو وہ اس وقت آئیں گے ۔ جب ہم ان شعلوں کو مکمل طور پر ختم کر دیں گے۔"

وہ زخمیوں کی مرہم پٹی اور انہیں ہوش میں لانے میں مصروف ہو گئے ۔ پروفیسر داؤد اور پروفیسر غوری سر جوڑ کر بیٹھ گئے ۔ پھر وہ مختلف قسم کے تجربات میں اس حد تک محو ہوئے کہ انہیں باقی ساتھیوں کی خبر تک نہ رہی ۔ دو گھنٹے بعد جب انہوں نے سر اٹھائے تو انسپکٹر جمشید ، انسپکٹر کامران مرزا اور فاروق ہوش میں آ چکے تھے ۔

"ہم ایک بالکل نیا تجربہ کریں گے جمشید ، لیکن اس کے لیے ہمیں شہر جانا ہو گا ۔ تم لوگ کیا کہتے ہو؟"

"شوکی برادرز کو اپنے ساتھ لے جائیں ۔ اور جلد از جلد لوٹ کر آنے کی کوشش کریں ۔ اور ایک ڈاکٹر کو بھی لیتے آئیں ۔ میں فاروق کی حالت اچھی نہیں پا رہا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ابا جان ۔ میں ٹھیک ہوں ۔ سوزش ضرور محسوس کر رہا ہوں۔" فاروق نے کہا۔

"کوئی بات نہیں ۔ ڈاکٹر کے آ جانے میں کیا حرج ہے۔"

پروفیسر صاحبان شوکی برادرز کو لے کر چلے گئے ۔

"مجھے حیرت سی مون اور جی موف پر ہے ۔ وہ تو اس طرح غائب ہیں جس طرح گدھے کے سر سے سینگ۔" فرزانہ بڑبڑائی ۔



"جب کہ میرا خیال ہے ۔ وہ ہمارے آس پاس ہی کہیں موجود ہیں اور ہماری بے بسی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔"

"جی موف کے بارے میں تو خیر ہم نہیں کہہ سکتے ، لیکن مسٹر سی مون تو بہت با اصول آدمی ہیں ۔ ان سے تو امید نہیں تھی کہ اس حد تک چھپ کر بیٹھ رہیں گے اور سامنے آئیں گے ہی نہیں۔" فرحت بولی۔

"فکر کی ضرورت نہیں ۔ آخر انہیں سامنے آنا پڑے گا۔"

"بے چارے راج چندر ۔ مجھے تو ان پر ترس آ رہا ہے ۔ پندرہ سال بعد بھی اپنی مورتیوں سے محروم ہیں۔" آصف نے اس کی طرف دیکھا۔

"کوئی بات نہیں ۔ اس میں آپ کا کیا قصور۔" وہ مسکرایا۔

"ویسے کیا آپ مورتیوں کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں بتائیں گے۔" فرحت بولی۔

"جو کچھ بتا چکا ہوں ۔ اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔" اس نے کہا۔

"اگر بات صرف اتنی ہے ۔ تو یہ ہمارے لیے اور بھی حیرت کی بات ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے ۔

"جی ۔ کیا مطلب؟" راج چندر چونکا ۔

"مطلب یہ کہ اتنی سی بات کے لیے سی مون اور جی موف

Uploaded By Muhammad Nadeem

جیسے مجرم کیوں آ کودے ہیں ۔ اوہ ۔ ارے ۔ ہائیں ۔" محمود کے منہ سے نکلا ۔

" کیا ہوا ۔ خیریت تو ہے ۔" فرزانہ نے منہ بنایا ۔

" ابھی ابھی ایک خیال سوجھا ہے ۔" اس کے لہجے میں قدرے جوش تھا ۔

" چلو جلدی بتاؤ ۔ کہیں خیال تمہارے ذہن سے نو دو گیارہ نہ ہو جائے ۔" فرحت نے منہ بنا کر کہا ۔

" میرا ذہن کوئی پنجرہ نہیں ہے ۔ سمجھی ۔" محمود اس پر اُلٹ پڑا ۔

" بالکل سمجھ گئی ۔ لیکن خیال کیا ہے ؟" فرحت مسکرائی ۔

" یہ کہ ۔ کہیں ہم جی موف کے چکر میں تو نہیں آ گئے ہوتے ۔"

" اوہ ۔" انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کے منہ سے ایک ساتھ نکلا ۔

" گویا آپ فوراً ہی جان گئے ۔"

" ہاں ! خیال تمہارے دلانے پر آیا ہے ۔" انسپکٹر جمشید بولے ۔

" کیا خیال ۔ کچھ ہم کم عقلوں کو بھی تو پتا چلے ۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا ۔

" شکر ہے ۔ تم نے خود کو کم عقل تو تسلیم کیا ۔ خیال یہ آیا ہے کہ جی موف کی ایک خاص عادت ہے ۔ اصل معاملہ کچھ



اور ہوتا ہے ۔ لیکن وہ ہمیں اُلجھا لیتا ہے کسی دُوسری طرف ۔ ہماری ساری توجہ اس طرف ہو جاتی ہے ۔ اور وہ اپنا کام کرتا رہتا ہے ۔ کہیں اس مرتبہ بھی تو اس نے ہمیں مورتیوں کے چکر میں نہیں اُلجھا لیا ۔"

" اوہ !" سب کے منہ سے نکلا ۔ چہروں پر حیرت دوڑ گئی ۔

" اگر بات یہی ہے تو پھر حد درجے خطرناک ہے ، کیوں کہ اس مرتبہ ہمارے کانوں میں ابھی تک بھنک تک نہیں پڑی ۔ کہ کوئی اور معاملہ ہو سکتا تھا ۔ گیس کی چوری[1] والے معاملے میں ہم نے فوجیوں کی نقل و حرکت سے کچھ اندازے لگا لیے تھے ۔ جی موف[2] جب ابا جان کے میک اپ میں آیا ۔ تو بھی مہمان کی آمد نے ابا جان کو شک میں ڈال دیا تھا ۔ لہٰذا اس کی دال نہ گل سکی ۔ اب یہ ایک اور موقع ہے ۔ اس مرتبہ دُور دُور تک کسی دُوسرے معاملے کا سراغ نہیں مل سکا ۔ لہٰذا ہم کریں تو کیا ؟"

" مورتیوں کی تلاش ۔" فاروق نے کہا ، لیکن اس کی آواز بہت دھیمی تھی ۔

" میرا خیال ہے ۔ تم ایک دو دن بولنے کی چھٹی ہی کر لو ۔" آفتاب مسکرایا ۔

---

[1] "فتنے کی چوری" پڑھیے ۔ [2] "جی موف کا وار" پڑھیے ۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"ارے۔ میرا مذاق اڑا رہے ہو۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"بالکل نہیں۔ ہائیں۔ یہ میدان کے بیچوں بیچ کون کھڑا ہے؟" اچانک اس نے کہا۔

سب نے چونک کر میدان کی طرف دیکھا۔ وہاں واقعی کوئی کھڑا تھا۔ لیکن دُور ہونے کی وجہ سے نقوش نظر نہیں آ رہے تھے۔

"ہو نہ ہو۔ یہ مسٹر سی مون ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور آپ نے یہ اندازہ کس طرح لگایا؟" محمود کے لہجے میں حیرت در آئی۔

"اس کے کھڑے ہونے کے انداز سے؛ تاہم میرا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔" وہ بولے۔

"یہی تو مشکل ہے انکل۔ آپ کا اندازہ غلط نہیں ہوتا۔" آفتاب مسکرایا۔

"میں تو ایسا نہیں سمجھتا۔" وہ بولے۔

"سوال یہ ہے کہ ہم یہ کس طرح معلوم کریں کہ یہ سی مون ہے یا نہیں۔ ہم تو اس کے نزدیک جا نہیں سکتے۔ ہاں! یہ حضرت آ سکتے ہیں۔ ہمارے پاس۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"ہم ان سے درخواست کیے لیتے ہیں۔ مسٹر اگر آپ سی مون

Uploaded By Muhammad Nadeem



ہیں تو ہمارے نزدیک آ جائیں، ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کو کچھ نہیں کہیں گے۔" آفتاب نے شوخ آواز میں کہا۔

"اور اگر آپ سی مون نہیں بلکہ جی موف ہیں، تب بھی آ جائیں۔ ہم کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔" آصف مسکرایا۔

"بلکہ شکریہ ادا کریں گے۔" فاروق نے مشکل سے کہا۔

"تم تو بس کر چکے شکریہ ادا۔ بولا تو جا نہیں رہا۔" آفتاب نے کہا۔

"شکر کرو۔ کہ ان حضرت سے بولا نہیں جا رہا۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"لل۔ لیکن۔ میں تو بہت اُداسی محسوس کر رہی ہوں۔" فرحت نے واقعی اُداس لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔ یہاں اُداسی صاحبہ کہاں سے ٹپک پڑیں۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہم اس بے چارے کو بھول گئے اور اپنی باتوں میں لگ گئے۔ ہے کوئی تک۔"

"اور وہ بے چارہ کب سے ہو گیا۔ دیکھتے نہیں۔ شعلے اسے کچھ بھی نہیں کہہ رہے۔ اور ہم جوں ہی حد کے اندر جاتے ہیں۔ ہماری طرف لپکنے لگتے ہیں۔"

"وہ اور بات ہے — شعلوں سے دوستی ہو گی اس کی۔" آفتاب بولا۔

عین اس وقت انھوں نے اسے حرکت کرتے دیکھا۔ وہ ان کی طرف ایک ایک قدم اٹھاتا چلا آ رہا تھا۔

"لو — مبارک ہو — حضرت آ رہے ہیں۔"

"اب مجھے یقین ہو چلا ہے — یہ سی مون ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اگر یہ مسٹر سی مون ہیں تو پھر مسٹر جی موف کہاں ہیں؟" خان رحمان نے کہا۔

"پپ — پتا نہیں انکل — ویسے ایک وقت میں ان دونوں کو آنے کی ضرورت نہیں تھی — ان میں سے تو ایک ہی ہم سب کے لیے کافی ہے۔" فرزانہ نے منہ بنا کر کہا۔

"فی الحال تو دوسرے صاحب نظر نہیں آ رہے۔" فرحت بولی۔

"کیس کے دوران تو انھیں دیکھا جا چکا ہے — ہوں گے ادھر ادھر چھپے ہوئے۔"

اور پھر وہ ان کے بالکل سامنے آ گیا — اس کے چہرے پر ایک بھرپور مسکراہٹ تھی۔

"مسٹر سی مون! تو آپ آ ہی گئے — بہت عرصے بعد ملاقات



ہو رہی ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"ہاں! لیکن یہ ملاقات تم لوگوں کے لیے ہرگز ہرگز خوش گوار ثابت نہیں ہو گی — اس بار میں نے اور مسٹر جی موف نے مل کر ایک منصوبہ بنایا تھا — اور ہم اس میں ننانوے فی صد بلکہ ننانوے اعشاریہ نو نو فی صد کامیاب ہو چکے ہیں — اور ہماری کامیابی کو تم لوگ اب کسی صورت بھی ناکامی میں تبدیل نہیں کر سکتے — میں ابھی ابھی پہنچا ہوں — یہاں کا کام مسٹر جی موف کے حوالے تھا اور میرا خیال ہے — وہ تمھیں پوری طرح الجھائے رکھنے میں کامیاب رہے ہیں — تمھارے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں کہ دارالحکومت میں کیا ہو چکا ہے۔" یہاں تک کہہ کر سی مون خاموش ہو گیا۔

"کیا مطلب — کیا ہو چکا ہے یا کیا ہونے والا ہے؟"

"اب مجھے یہی کہنا چاہیے کہ کیا ہو چکا ہے — اس بار ہم نے یہ فیصلہ بھی کیا تھا کہ جب تک اپنے اصل مقصد میں کامیاب نہیں ہو جاتے اس وقت تک تمھارے سامنے ہرگز نہیں آئیں گے — البتہ پس منظر میں رہ کر تم لوگوں کو الجھائے رکھیں گے — اس طرح کہ تم آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکو — اور ایسا ہو چکا ہے۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

یہ کہہ کر اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ ساتھ ہی اس نے ایک ننھا سا آلہ جیب سے نکال لیا۔ اور بولا:

"بس۔ صرف چند منٹ اور۔"

"چند منٹ اور۔ کک۔ کیا مطلب؟" انسپکٹر جمشید نے لرز کر کہا۔



# شعلوں کا میدان

"فاروق! اپنے والد کو اپنے الفاظ میں چند منٹ کا مطلب بتاؤ۔" سی مون اپنے خاص انداز میں ہنسا، انھیں یوں لگا جیسے بادل آہستہ سے گرجے ہوں۔

"جی۔ چند منٹ کا مطلب۔ تو بس چند منٹ ہی ہو سکتا ہے۔" فاروق گھبرا گیا۔

"مسٹر سی مون۔ صاف صاف کہیے۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"میں اور جی موف ایک بڑی طاقت کے اشارے پر اس بار یہاں آئے تھے۔ ظاہر ہم نے یہ کیا کہ تم لوگوں سے انتقام لینے کے لیے آئے ہیں۔ اس قسم کا فون جی موف تم لوگوں کو پہلے ہی کر چکا تھا۔ اس بڑی طاقت کی خواہش یہ تھی کہ تمھارے ملک کے صدر کو ختم کر دیا جائے۔ کیوں ختم کر دیا جائے۔ صاف ظاہر ہے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

اب تمھارے مُلک کا صدر اس بڑی طاقت کے اشاروں پر نہیں چل رہا تھا۔ یا کم از کم اس نے بڑی طاقت کی کچھ پالیسیوں کو خوشی سے قبول نہیں کیا تھا۔ لہٰذا بڑی طاقت نے فیصلہ کیا کہ صدر کو ختم کر دیا جائے۔ لیکن بڑی طاقت کے پیشِ نظر یہ بات بھی تھی کہ اس مُلک میں انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا جیسے لوگ بھی رہتے ہیں۔ جو سازش کی بُو کو بہت فاصلے سے بھی بھانپ لیتے ہیں۔ لہٰذا اس خیال کے تحت بڑی طاقت کی نظر مسٹر جی موف پر پڑی۔ مسٹر جی موف اس کام کے ماہر ہیں۔ کہ اپنے دُشمنوں کو اصلی کام کی طرف سے بہت دُور لے جا کر کسی اور ہی معاملے میں اُلجھا دیتے ہیں۔ لہٰذا بڑی طاقت نے خود یہ بات کہی کہ تم لوگوں کو کہیں اور اُلجھا دیا جائے۔ تاکہ شک تک نہ گزر سکے کہ اصل منصوبہ کیا ہے۔ دُوسری طرف میری ڈیوٹی یہ لگی کہ میں صدر صاحب کو ختم کروں گا۔ ہم یہاں آ گئے۔ حالات کا جائزہ لیا اتفاق کی بات ہم نے یہاں آ کر ہوٹل انگورا میں قیام کیا۔ رہائش کے دوران راج چندر پر کئی بار ہماری نظر پڑی اور ہم نے بھانپ لیا کہ وہ کسی



خاص پریشانی میں مبتلا ہے۔ ہم نے اسے ہوٹل کے مالک مسٹر گورایا کی نگرانی کرتے ہوئے بھی دیکھ لیا، چُناں چہ مسٹر جی موف اس کے پیچھے لگ گئے۔ اور اس طرح انھوں نے مورتیوں کا راز جان لیا۔ اب پروگرام یہ بنا کہ تم لوگوں کو ان مورتیوں اور زمین کے چکر میں ڈال دیا جائے۔ اور میں صدر صاحب کے خاتمے کا کام کروں۔ ہم پروگرام کے مطابق عمل پیرا ہو گئے۔ میں نے صدر صاحب کی مصروفیات کے بارے میں تمام معلومات حاصل کیں۔ یہ معلوم کیا کہ انھیں اس ماہ کے اندر کہاں کہاں جانا ہے۔ کس کس تقریب میں شرکت کرنا ہے۔ معلومات حاصل کرتا رہا، ان کو نوٹ کرتا رہا۔ اور اپنا جال پھیلاتا رہا۔ تمھارے مُلک کے صدر کا ایک شہر میں جانے کا پروگرام بنا۔ میں نے جائزہ لینا شروع کیا کہ اگر اس سفر کے دوران صدر صاحب کا جہاز تباہ ہو جائے تو اس حادثے کو اتفاقی خیال کیا جائے گا اور کوئی اس بڑی طاقت پر اُنگلی نہیں رکھ سکے گا۔ مزید احتیاط کے طور پر میں نے ایک تجویز بڑی طاقت کو پیش کی۔ اور وہ یہ کہ اس بڑی طاقت کا کوئی اہم آدمی بھی اگر اس سفر

Uploaded By Muhammad Nadeem

ہیں صدر کے ساتھ ہو تو پھر تو کوئی شک کر ہی نہیں سکے گا ؛ چناں چہ میری تجویز کے مطابق اس بڑی طاقت نے اپنے ایک اہم آدمی کو ہدایات دیں کر وہ اس سفر میں صدر کا ساتھ دے۔ اب اس بے چارے اہم آدمی کو کیا معلوم تھا کہ یہ سفر اس کی زندگی کا بھی آخری سفر ثابت ہو گا — یہ بڑی طاقتیں خود کو شک سے محفوظ رکھنے کے لیے ایسے کام بھی کر گزرتی ہیں — اپنے آدمی بھی کٹوا دیتی ہیں — اہم آدمی نے صدر سے ملاقات کی اور اس سفر کے دوران خود بھی ساتھ رہنے کی فرمائش کی — صدر صاحب کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا — پروگرام میں اس کو بھی شامل کر لیا گیا — اب میرا یہ کام تھا کہ صدر کو جس جہاز میں سفر کرنا تھا — جاتے وقت یا آتے وقت اس میں ٹائم بم رکھ دینا — اور یہ کوئی آسان کام نہیں تھا — اوہو — وقت ہو گیا ہے۔"

یہاں تک کہ کر سی مون رک گیا — اس کی نظریں گھڑی پر جم گئیں — پھر اس نے جلدی سے ٹرانسسٹر ٹائپ کا ایک آلہ جیب سے نکال کر اپنے پاؤں کے پاس رکھ لیا — اور اس کا بٹن دبا دیا —

"کس بات کا وقت ہو چکا ہے؟" انسپکٹر جمشید چلّائے۔



"صدر صاحب کے جہاز کے اُڑنے کا — جوں ہی جہاز اُڑے گا، فضا میں پھٹ جائے گا۔"

"نہیں — یہ جھوٹ ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا چلّائے۔

"بالکل غلط — آپ بے پر کی ہانک رہے ہیں۔"

"پہلے میری بات سُن لو — اس کے بعد تم لوگ اپنے کانوں سے سُن لو گے — رہی یہ بات کہ اب صدر کے جہاز کو پھٹنے سے بچایا جا سکتا ہے — اس کا کوئی امکان دُور دُور تک نہیں رہا — اگر کسی طرح اب ایئر پورٹ تک اطلاع بھیج بھی دی جائے، تب بھی جہاز پھٹ کر رہے گا — کیوں کہ — اب وقت بہت ہی کم رہ گیا ہے — اسی لیے تو اس میدان میں تم لوگوں کو جمع کیا گیا ہے۔"

"یہ — میں یہ بات نہیں مان سکتا۔" انسپکٹر جمشید کے منہ سے گھٹی گھٹی آواز نکلی —

اسی وقت آلے میں سے آواز سُنائی دی — یہ آواز جہاز کے اُڑنے کی تھی —

"جہاز اُڑ چکا ہے — صرف پندرہ سیکنڈ اور۔" سی مون نے بلند آواز میں کہا — ساتھ ہی اس کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی — اس نے فخریہ لہجے میں کہا :

"مسٹر جی موف کے منصوبے کو تم نے ناکام بنا دیا تھا —

Uploaded By Muhammad Nadeem

لیکن اس بار ہم دو آئے ہیں دو۔"

عین اسی وقت آلے میں سے ایک زبردست دھماکے کی آواز سنائی دی۔

"کام تمام ہو گیا۔ جہاز پھٹ گیا۔"

"ن۔ نہیں۔" وہ سب حلق پھاڑ کر چلائے۔

"سنیے۔ سنیے۔ آلے سے ابھرنے والی آوازیں سنیے۔"

ان کے دل زور زور سے دھڑک رہے تھے۔ رنگ اڑے ہوئے تھے۔ اگرچہ وہ جانتے تھے۔ سی مون جھوٹ نہیں بول رہا، لیکن اس کے باوجود انہیں محسوس ہو رہا تھا۔ یہ سب بالکل جھوٹ ہے۔ سفید جھوٹ۔ عین اسی وقت آواز ان کے کانوں میں آئی:

"ارے! یہ کیا۔ صدر صاحب کا طیارہ سکرین پر سے غائب ہو گیا۔"

"کیا کہا۔ غائب ہو گیا۔ دماغ تو نہیں چل گیا۔"

"ن۔ نہیں۔ یہ غلط نہیں ہے۔"

پھر شور سا مچ گیا۔ آوازیں الجھ گئیں۔ ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا باتیں کی جا رہی ہیں۔

"تم لوگوں نے سنا۔ یہ کنٹرول روم کی آوازیں ہیں۔" سی مون نے فخریہ لہجے میں کہا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem



"ہمیں اب تک یقین نہیں آ رہا۔ یہ ضرور دھوکا ہے۔ اس آلے میں یہ آوازیں پہلے سے ٹیپ کر لی گئی تھیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن کیوں انسپکٹر جمشید۔ جھوٹی آوازیں سنا کر مجھے کیا فائدہ پہنچ جائے گا۔ اگر صدر کا جہاز تباہ نہیں ہوا اور وہ زندہ ہیں تو تم لوگوں کو یہ بتا کر یا یہ یقین دلا کر مجھے کیا فائدہ پہنچ جائے گا۔" سی مون کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

ان کے پاس مسٹر سی مون کی اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ ان کے چہرے دھواں ہو رہے تھے۔ سی مون نے آلے کا بٹن آف کر دیا اور بولا:

"تھوڑی دیر بعد یہ خبر ملک کے چپے چپے میں پھیل جائے گی، پھر انتظامیہ کو بھی اعلان کرنا پڑے گا۔ اس وقت کا اعلان سن کر تم لوگوں کو یقین آ جائے گا۔ میرا کام تو اس کیس کی حد تک ہو گیا ختم۔ اب رہ گیا مسٹر جی موف کا مورتیوں والا چکر، وہ خود ہی تم سے اس سلسلے میں بات کریں گے۔"

"ہم اس وقت مورتیوں ورتیوں کے چکر میں نہیں الجھ سکتے، فوری طور پر شہر جا کر اس خبر کی تصدیق کریں گے۔" انسپکٹر جمشید نے تلملا کر کہا اور اپنے ساتھیوں سے بولے:

"آؤ بھئی چلیں۔ یہاں پھر آئیں گے۔"

"یہ ۔۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔" ایسے میں راج چندر کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"آپ دیکھ نہیں رہے ۔۔ اس شخص نے ہمیں کیا اطلاع دی ہے۔"

"وہ تو اب ہو چکا۔ آپ صدر صاحب کو اس دنیا میں واپس نہیں لا سکتے۔" راج چندر بولا۔

"کیا مطلب ۔۔ یہ ۔۔ یہ آپ کہ رہے ہیں۔"

"میرا مطلب ہے ۔۔ مسٹر سی مون کے کہنے کے مطابق ۔۔ یہ ہو چکا ہے ۔۔ اور اگر نہیں ہوا ہے تو آپ کو فکر کی کیا ضرورت ہے۔"

"بات ٹھیک ہے۔" انسپکٹر جمشید نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔ اور پھر سی مون کی طرف پلٹے:

"مسٹر سی مون ۔۔ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ ہے۔ اگر صدر صاحب اس وقت واقعی زندہ نہیں ہیں تو ہم شہر جا کر کچھ نہیں کر سکتے ۔۔ اور اگر وہ زندہ ہیں ۔۔ تو بھی ہمیں شہر جانے کی کیا ضرورت ۔۔ لہٰذا مسٹر جی موف کے بارے میں بتا دیں ۔۔ وہ کہاں ہیں؟"

"بہت جلد یہاں ہوں گے۔ اس وقت تک تم لوگوں کے لیے میں اکیلا کافی ہوں۔" سی مون مسکرایا۔

"مورتیوں کا کیا معاملہ ہے؟"



"مورتیاں واقعی بہت قیمتی ہیں ۔۔ ہم کسی بڑی طاقت کے ہاتھ فروخت کر کے ایک بہت بڑی رقم حاصل کریں گے ۔۔ بلکہ ہم تو بات کر بھی چکے ہیں ۔۔ وہی بڑی طاقت مورتیاں خرید لے گی۔ جس نے تمہارے ملک کے صدر کو ختم کروایا ہے۔"

"آخر اتنی بے شمار مورتیاں اس قدر قیمتی کیسے ہیں ۔۔ کیا وہ کاری گری کا بہت ہی نادر نمونہ ہیں؟"

"یہی سمجھ لو۔" اس نے کہا۔

"سمجھ لیں ۔۔ کیوں ۔۔ کیا بات کچھ اور ہے؟"

"پتا نہیں ۔۔ بات کیا ہے ۔۔ میں تو بس ایک بات جانتا ہوں اور وہ یہ کہ مورتیاں اس میدان کے بیچوں بیچ بنائی گئی ایک چوکور گہری جگہ میں موجود ہیں ۔۔ تم لوگوں میں اگر ہمت ہے، تو آگے آ جاؤ ۔۔ مجھ سے دو دو ہاتھ کر لو ۔۔ اور مورتیاں حاصل کر لو۔"

"یہ کوئی بہادری نہیں۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"کیا مطلب ۔۔ اس میں بزدلی کیا ہے؟"

"ہم آگے بڑھیں گے تو شعلے ہمیں جھلس دیں گے ۔۔ دو دو ہاتھ کہاں ہو سکیں گے۔"

"اوہ تو یہ بات ہے۔" سی مون نے منہ بنایا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

"تو پھر تمھارے ملک کے صدر کا قاتل تمھاری آنکھوں کے سامنے یہاں سے رخصت ہو جائے — یہ تم برداشت کر لو گے؟" وہ بولا۔

"نن — نہیں۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"تب پھر — تمھارے لیے صرف اور صرف ایک ہی راستا ہے — آگے بڑھو اور مجھ سے دو دو ہاتھ کر لو — اور جو شعلہ تمھارے راستے میں آئے — اس سے بھی جنگ کرو — پہلے بھی جنگ لڑ ہی چکے ہو شعلوں سے۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا — سب کی آنکھوں میں شدید الجھن تھی — ایسے میں ایک آواز ابھری:

"ہم آ گئے ہیں بھئی — یہاں کیا خبریں ہیں؟"

وہ جلدی سے مڑے — پروفیسر صاحبان اور شوکی برادرز تیز تیز چلے آ رہے تھے — گاڑی انھوں نے کچھ فاصلے پر روک دی تھی —

"آپ لوگ بہت اچھے موقعے پر آئے — شہر کی کیا خبریں ہیں؟"

"کیوں — وہاں تو سب خیریت ہے۔"

"آپ لوگوں کو شہر سے چلے کتنی دیر ہو گئی؟"

"تقریباً نصف گھنٹا۔"

"تب تو آپ کو کچھ معلوم نہیں ہو گا۔" انسپکٹر جمشید نے



غمگین آواز میں کہا۔

"کیا معلوم نہیں ہو گا؟"

"صدر صاحب کے بارے میں — آپ سامنے دیکھ رہے ہیں — بھلا یہ کون صاحب ہیں؟"

"ہائیں — یہ تو مسٹر سی مون ہیں۔"

"جی ہاں — اس بار مسٹر جی موف کا ساتھ دے رہے ہیں۔"

"تم نے صدر صاحب کے بارے میں کچھ کہا تھا۔" پروفیسر غوری بولے —

"مسٹر سی مون کا کہنا ہے — انھوں نے ہمارے ملک کے صدر کا کام تمام کر دیا ہے — اللہ اپنا رحم فرمائے۔"

"میرا خیال ہے — اس بار مسٹر سی مون ہوائیاں چھوڑنے کا پروگرام بنا کر آئے ہیں، ہم ابھی شہر سے چلے آ رہے ہیں — وہاں ایسی کوئی خبر نہیں سُنی گئی۔"

"آپ وہاں سے نصف گھنٹا پہلے چلے تھے — جب کہ خبر ابھی پندرہ منٹ پہلے کی ہے۔"

"یہ — یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" پروفیسر داؤد بولے — شوکی برادرز کا بھی رنگ فق ہوتا نظر آیا —

انسپکٹر جمشید نے وہ باتیں دُہرا دیں جو سی مون نے کہی تھیں —

"یا اللہ رحم — یہ ہم کیا سُن رہے ہیں۔"

Uploaded By Muhammad Nadeem

"ابھی اس خبر کی تصدیق نہیں ہوئی۔ جب تک ہم اپنے ریڈیو سٹیشن سے نہ سُن لیں، اس وقت تک یقین کیسے کر سکتے ہیں۔"

"مَیں یقین کرنے کے لیے کہہ بھی نہیں رہا۔" سی مون بولا۔

"آپ شعلوں کا بندوبست کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں؟"

"ابھی کیا کہہ سکتے ہیں۔" وُہ بولے۔

"تب پھر۔ ہمارا مسئلہ سُن لیں۔ ہمیں مسٹر سی مون کا مقابلہ کرنا ہے۔ یہ اس میدان میں موجود ہیں۔ ہم جُوں ہی آگے بڑھیں گے۔ شعلے صاحبان بھی آ موجود ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ اب کیا جائے تو کیا؟"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"ہم پہلے اپنی تیاری کر لیں، پھر کسی ایک کو حد کے دُوسری طرف بھیج کر شعلے پر وار کر کے دیکھیں گے۔"

"شکریہ انکل۔ ذرا جلدی تیاری کر لیں۔ ہماری بے چینیاں بہت عروج پر ہیں۔ ہم جلد از جلد یہ جان لینا چاہتے ہیں کہ ہمارے پیارے صدر صاحب خیریت سے تو ہیں۔" فارُوق نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"وُہ بے چارے تو کافی دیر پہلے اِس دُنیا سے دُوسری دُنیا کے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں۔"



"اگر ایسا ہو چکا ہے مسٹر سی مون۔ تو پھر سُن لو۔ ہم تم سے اپنے صدر کی موت کا انتقام ضرور لیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا گرجے۔

"یہی تو کر رہا ہُوں۔ آؤ اور مقابلہ کر لو۔"

"شعلوں کو ایک طرف کر دو۔"

"افسوس! میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں تو ابھی ابھی یہاں آیا ہوں۔ شعلوں والا معاملہ مسٹر جی موف کا ہے۔"

"پھر شعلے آپ پر حملہ آور کیوں نہیں ہوتے؟" فرزانہ نے جل کر کہا۔

"وُہ جانتے ہیں۔ مَیں جی موف کا ساتھی ہُوں۔"

"کک۔ کون جانتے ہیں؟" پروفیسر داؤد نے بے خیالی کے عالم میں کہا۔

"شعلے۔ اور کون۔" سی مون نے منہ بنایا۔

"اچھا مسٹر سی مون۔ تم بھی کیا یاد کرو گے۔" پروفیسر غوری نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"معلوم ہوتا ہے۔ شعلوں کا پورا پورا انتظام کر کے آئے ہیں۔"

"ہم نے چند مائعات کا ایک مرکب تیار کیا ہے۔ اور اس مائع کو کسی قسم کی آگ پر چھڑک کر دیکھا۔ اس نے آگ کو

Uploaded By Muhammad Nadeem

آن کی آن میں بجھا کر رکھ دیا۔ اور اب شعلوں کا بھی یہی حشر ہو گا۔"

"تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں شعلوں سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوں گا۔"

"اللہ مالک ہے۔" محمود نے کندھے اچکائے۔

پروفیسر صاحبان نے تیاری میں پندرہ منٹ لگا دیے۔ ابھی انھوں نے اپنی تیاری کے مکمل ہونے کا اعلان نہیں کیا تھا کہ سی مون کی آواز ابھری:

"ذرا دارالحکومت کی خبریں تو سن لیں۔" یہ کہہ کر اس نے وہی آلہ نکالا، اس کا ایک بٹن گھمایا۔ اس میں سے ایک آواز اُبھرنے لگی۔ وہ چونک اُٹھے۔ آواز تلاوت کی تھی۔ ریڈیو سے قرآنِ کریم کی تلاوت نشر ہو رہی تھی۔ وہ دھک سے رہ گئے۔ یہ وقت ریڈیو پر تلاوت کا نہیں تھا۔

"اُف مالک۔ اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ مسٹر سی مون ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ہمارے ملک کے صدر حادثے کا شکار ہو چکے ہیں۔"

"ہاں! میں غلط بات کہنے کا عادی نہیں۔" سی مون نے کہا۔

"اس کے باوجود۔ ہمیں یقین نہیں آ رہا۔"

"جلد ہی خبریں نشر ہوں گی۔ سُن لینا۔"



"حیرت ہے، اب تک مسٹر جی موف آپ کی مدد کو نہیں پہنچے۔" آصف بولا۔

"وہ جانتے ہیں۔ مجھے تم لوگوں کے مقابلے کے لیے ان کی مدد کی ضرورت نہیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو شعلوں کی مدد کیوں لی جا رہی ہے۔" فرزانہ نے جل کر کہا۔

"یہ شعلے تو دراصل ایک قسم کا مذاق ہے۔ ہمارا بھی کبھی کبھار مذاق کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

"تو اب اس مذاق کو ختم کر دیں۔" آصف نے منہ بنایا۔

"بڑے بڑے طوفانوں سے ٹکرانے والے ان ننھے منّے شعلوں سے کیوں پریشان ہیں۔" سی مون نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ ہم ان شعلوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی تیار ہیں۔ جمشید میدان میں کود پڑو۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"آپ کا حکم ہو اور میں نہ کودوں۔ یہ لیجیے۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے حد کے اندر چھلانگ لگا دی۔

"یہ تو انصاف نہیں پروفیسر صاحب۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اچھا تو پھر تم بھی کود جاؤ۔" پروفیسر غوری بولے۔

"شکریہ!" اُنھوں نے کہا اور انسپکٹر جمشید کے پیچھے چھلانگ لگا دی۔ اس وقت تک ایک شعلہ نمودار ہو چکا تھا۔ اسی وقت

Uploaded By Muhammad Nadeem

دُوسرا شعلہ ابھرا۔ ادھر سے پروفیسر داؤد اور پروفیسر غوری نے اپنے آلات کے دو بٹن ایک ساتھ دبائے۔ نیلے رنگ کی دو دھاریں سیدھی شعلوں کی طرف گئیں اور پھر عجیب بات ہوئی۔ ہلکے ہلکے دو دھماکے ہوئے۔ اور شعلے آن کی آن میں غائب ہو گئے۔ انھوں نے جلدی سے زمین پر دیکھا تو شعلے کا کچھ بھی حصّہ رہا بچا نظر نہ آیا۔

"وہ مارا۔"

"مُشکل ہے۔" سی مُون کے منہ سے نکلا۔

"کیا مطلب۔ کیا مُشکل ہے؟"

"ان شعلوں کو شکست دینا۔"

"کیا آپ نے دیکھا نہیں۔ دو شعلے کس طرح غائب ہوئے ہیں۔"

"ہاں بالکل۔ لیکن اس میدان میں شعلے۔ اَن گنت شعلے اُبھرتے چلے جائیں گے۔ کب تک پروفیسر صاحبان یہ دھاریں برسائیں گے۔ اور پھر شعلوں اور تم لوگوں کی ایک زبردست جنگ شروع ہو جائے گی۔ یہ ضروری نہیں کہ پروفیسر صاحبان ہر بار شعلوں کا درست نشانہ لینے میں کامیاب ہو جائیں۔ لو میں تمام شعلوں کو ایک ہی بار میدان میں لا رہا ہوں۔ ابھی تک صرف چند شعلے اس میدان میں ناچتے نظر آئے ہیں۔ اب یہ میدان شعلوں کا میدان نظر آئے گا۔"



اتنا کہنے کے بعد اس نے جیب سے ریموٹ کنٹرول قسم کا آلہ نکالا۔ اور اس کے تمام بٹن دبا دیے۔ یک لخت میدان میں شعلے اُبھرے۔ انھوں نے دیکھا۔ اب سیکڑوں شعلے اِدھر سے اُدھر چکر لگا رہے تھے۔ انسپکٹر جمشید اگر فوراً حد کے اس طرف چھلانگ نہ لگا دیتے تو جل چکے تھے۔ انسپکٹر کامران مرزا نے بھی یہی کیا۔

لیکن جُوں ہی انھوں نے حد کے اس طرف چھلانگ لگائی۔ شعلے میدان سے غائب ہو گئے۔

"یہ۔ یہ کیا ہوا؟"

"وہی۔ جو ہونا چاہیے۔ جب تم اندر قدم رکھو گے۔ تو شعلے نمودار ہوں گے۔"

عین اس وقت ایک فائر کی آواز گونجی۔ پستول کے فائر کی۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

# راج چندر

اُنھوں نے مُڑ کر دیکھا تو راج چندر کے ہاتھ میں پستول نظر آیا، انھیں بہت حیرت ہوئی :

"کیا بات ہے مسٹر راج چندر۔ آپ نے کس پر فائر کیا ہے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہوائی فائر تھا۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"اور آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

"کھیل بہت لمبا ہو گیا ہے، اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔ یہ حضرت ضرور کوئی چکر چلا کر موتیوں سمیت غائب ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں، لیکن میں انھیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ اب اس شخص کا مقابلہ میں خود کروں گا۔"

"نہیں مسٹر راج چندر۔ ہم آپ کو اس کی اجازت نہیں دیں گے۔ یہ بہت خطرناک شخص ہیں۔"

"ہوں گے آپ کے لیے۔ میرے لیے نہیں۔ میں ان سے دو



دو ہاتھ کروں گا۔"

"آخر کیسے۔ پستول کی گولی ان پر اثر نہیں کرتی، میدان میں کود کر دو دو ہاتھ ہم نہیں کر سکتے، کیوں کہ اس طرح شعلے ہمارے راستے میں آتے ہیں۔" خان رحمان نے اسے گھورا۔

"بس آپ دیکھتے جائیں۔ میں نے بھی آخر گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔" راج چندر فخریہ لہجے میں بولا۔

"کیسی بات کرتے ہیں۔ آپ تو پندرہ سال سے اپنے ہوٹل میں موجود ہیں۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی کس طرح پی لیا آپ نے؟" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں بے کار باتوں میں نہیں پڑوں گا۔ حملہ کروں گا حملہ۔" یہ کہہ کر اس نے پستول سے سی مون کا نشانہ لیا۔

"خبردار! گولی اچٹ کر آپ کو ہی لگے گی۔"

"ایسی گولی کی ایسی کی تیسی۔" اس نے جل کر کہا اور سی مون پر فائر کر دیا۔

سی مون زور سے اچھلا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا ریموٹ کنٹرول آلہ بھی اچھلا اور ان کی طرف آیا۔ لیکن اس وقت اس آلے کی طرف بھلا کون توجہ دیتا۔ وہ تو خود کو بچانے کے لیے لوٹ لگا گئے تھے۔ گولی سی مون کے سینے سے ٹکرائی اور اسی زاویے سے واپس آئی، لیکن اس وقت تک راج چندر

Uploaded By Muhammad Nadeem

گر چکا تھا۔ گولی اس کے اُوپر سے گزر گئی۔

"ارے باپ رے۔" اس نے لرز کر کہا۔

"کیوں۔ کر لیا مقابلہ۔"

"واقعی۔ یہ۔ یہ تو بہت خطرناک ہیں۔" راج چندر نے کانپ کر کہا۔

"ان لوگوں سے بس ہم ہی نبٹ سکتے ہیں۔" محمود مسکرایا۔

"تم لوگوں کے ساتھ شاید میرا بھی دماغ چل گیا ہے۔" سی مون نے منہ بنا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اُٹھے، کیوں کہ انہیں تو اپنے دماغ چلے ہوئے محسوس نہیں ہو رہے تھے۔

"میں اپنا وقت ضائع کر رہا ہوں۔ تم لوگوں کے لیے تو ہماری نئی ایجاد یہ شعلے ہی کافی ہیں۔ ان سب کو ختم کر لو تو مجھے آواز دے دینا۔ میں مقابلے کے لیے آ جاؤں گا۔"

یہ کہ کر سی مون مُڑا اور جس طرف سے آیا تھا، اسی طرف قدم اُٹھانے لگا۔

"یہ۔ اُصول کے خلاف ہے مسٹر سی مون۔ مردانہ وار مقابلہ کر کے جائیں۔"

"یہ اصول کے خلاف کس طرح ہے۔ تم ہماری ایجاد کو بے کار کر دو۔ مجھے اپنے مقابلے پر پاؤ گے۔" سی مون نے



مُسکرا کر کہا۔

"چلیے یُوں ہی سہی۔ لیکن آپ ٹھہریں تو یہیں۔"

"میں یہیں ہُوں۔ اس میدان سے نہیں جاؤں گا۔ البتّہ جب تک تم لوگ شعلوں سے نبٹو، میں ایک ضروری کام انجام دے لوں گا۔" اس نے کہا۔

"نہیں مسٹر سی مُون۔ ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے۔"

اتنا کہتے ہی اِنسپکٹر کامران مرزا نے اندھا دھند اس کی طرف دوڑ لگا دی۔

"ارے ارے۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں ابّا جان۔ شعلوں کی فوج کا کیا کریں گے۔" آفتاب چلّایا۔

"شش۔ شعلوں کی فوج۔" فارُوق کے منہ سے نکلا۔

"چُپ رہو۔ تمہیں ایسے میں بھی۔" فرزانہ نے غرّا کر کہا، لیکن اپنا جُملہ مکمّل نہ کر سکی، کیوں کہ اس وقت تک ایک خاص بات سامنے آ چکی تھی۔

اِنسپکٹر کامران مرزا بے تحاشا دوڑتے ہوئے سی مون تک پہنچ گئے، لیکن میدان میں ایک شعلہ بھی نہ اُبھرا اور جب سے وہ شعلوں کے چکر میں گھرے تھے۔ ایسا پہلی مرتبہ ہوا تھا۔

"یہ۔ یہ کیا بھئی۔" سی مون کے منہ سے نکلا، اس کے لہجے سے بے پناہ حیرت ٹپک رہی تھی۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"مجھے کیا معلوم کہ آپ کیا پُوچھ رہے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

سی مون فوراً باقی لوگوں کی طرف مُڑا۔ اس کا چہرہ دُھواں ہو رہا تھا۔ ادھر ان لوگوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

"ارے۔ شعلے کہاں گئے؟"

ساتھ ہی انھوں نے محسوس کیا۔ سی مون کی نظریں راج چندر پر جم کر رہ گئی تھیں۔ راج چندر فوراً اُچھلا اور اشفاق کو پکڑنے کی کوشش کی، لیکن اشفاق اس کے اُچھلنے سے پہلے ہی دوڑ لگا چکا تھا۔

"ارے۔ ارے۔ یہ کیا بھئی۔" مارے حیرت کے سب کے منہ سے نکلا۔

"اخلاق۔ مم۔ میری مدد کرو۔" اشفاق نے گھبرا کر کہا۔

اخلاق اس کے کہنے سے پہلے ہی دوڑ لگا چکا تھا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ فوراً راج چندر کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ دُوسرا لمحہ عجیب تھا۔ اخلاق بہت اونچا اچھلا اور چیخ کے ساتھ زمین پر آ رہا۔ وُہ ساکت ہو چکا تھا۔

ان سب کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

انسپکٹر جمشید بلا کی رفتار سے راج چندر کی طرف جھپٹے۔ ادھر جس وقت اخلاق راج چندر کی ٹانگوں سے لپٹا تھا۔ اشفاق نے موقع



پا کر کوئی چیز شوکی کی طرف اُچھال دی تھی۔

"ارے باپ رے۔ یہ۔ یہ کیا۔" شوکی بُری طرح گھبرا گیا اور اس چیز کو فوراً مکھن کی طرف اچھال دیا۔

"شاباش۔ یُوں ہی کرتے رہو۔" انسپکٹر جمشید نے چلّا کر کہا۔

میدان میں بُت بنے کھڑے سی مون اور انسپکٹر کامران مرزا میں سے انسپکٹر کامران مرزا اچانک حرکت میں آئے۔ بجلی کی سی تیزی سے جھکے۔ اور انھوں نے سی مون کو دونوں ہاتھوں پر اُٹھا لیا۔ ان کے ہاتھ بلند ہوتے چلے گئے۔ اور پھر انھوں نے سی مون کو زور سے زمین پر دے مارا۔ لیکن سی مون تو کھڑا دلکش انداز میں مسکرا رہا تھا۔ اس نے پُرسکون آواز میں کہا:

"آخر مقابلے کی گھڑی آ ہی گئی۔ اور یہ ان دو لڑکوں کی وجہ سے ہوا۔ کم بختوں نے راج چندر سے پہلے ہی ریموٹ کنٹرول آکر اُٹھا لیا۔"

"راج چندر نہیں۔ جی موف۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا!" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں! یہ جی موف ہیں۔ ابھی ابھی مجھے بھی پتا چلا ہے، جب انھوں نے اخلاق کو اُٹھا کر پھینکا تھا۔"

"اوہ۔ اوہ۔"

انسپکٹر جمشید اشفاق اور جی موف کے درمیان میں آ

Uploaded By Muhammad Nadeem

گئے۔ ریموٹ کنٹرول آلہ اب فرزانہ کے ہاتھ میں تھا۔ اور ادھر سی مون کے مقابلے میں انسپکٹر کامران مرزا کھڑے تھے۔

"شعلے تو گئے کام سے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"نہیں۔" جی موف نے کہا اور ایک اونچی چھلانگ لگائی۔ یہ چھلانگ حد درجے حیران کن تھی۔ وہ ان کے سر پر سے ہوتے ہوئے عین فرزانہ کے قریب گرا۔ فرزانہ نے فوراً آلہ خان رحمان کی طرف اچھال دیا۔

"خان رحمان اس آلے کو میدان کی مخالف سمت پوری قوت سے پھینک دو۔" انسپکٹر جمشید نے چلّا کر کہا۔ خان رحمان نے ایسا کرنے میں صرف ایک سیکنڈ لگایا۔ آلہ گویا ہوا میں اڑتا ہوا بہت دور جا گرا؛ تاہم جی موف کی نظروں نے اس کا تعاقب کیا تھا۔ اور پھر مسکرا کر اس نے کہا:

"فی الحال۔ ہم بھی شعلوں کا خیال دل سے نکال دیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ان کے مقابلے پر تو ہم اب بھی بھاری ہیں۔" سی مون بولا۔

"لیکن مسٹر سی مون۔ یہ مقابلہ بہت جلد ختم ہو جانا چاہیے، ہمارے پاس وقت زیادہ نہیں ہے۔"

"بس ایک منٹ لگاؤں گا میں تو انسپکٹر کامران مرزا کا کام



تمام کرنے میں۔ انسپکٹر جمشید آپ کے حصے میں آتے ہیں۔ یہ آپ کے ذمے ہیں۔"

"ان کی آپ فکر نہ کریں۔ رہ گئے ان کے باقی تمام ساتھی، وہ تو ہیں کس کھیت کی مولیاں۔"

"اپنے وطن کے کھیت کی۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"ابھی سٹی گم ہو جائے گی۔ جب ہم لڑتے نظر آئیں گے، آج ہم بالکل نئے انداز سے لڑیں گے۔"

سی مون نے اتنا کہا اور نیچے جھک کر اپنا ایک ہاتھ زمین پر رکھا۔ دوسرا لمحہ حیران کن تھا۔ اس کا پورا جسم اس ہاتھ پر گھوم رہا تھا۔ اچانک اس کا ہاتھ اٹھ گیا اور وہ کسی پھرکی کی طرح چکراتے ہوئے انسپکٹر کامران مرزا سے ٹکرا گیا۔ انسپکٹر کامران مرزا نے بھی ایک زوردار چکر کھایا اور بہت دور جا کر گرے۔ ان سب نے دیکھا۔ وہ ساکت ہو چکے تھے۔

اس میدان میں یہ ان کی پہلی خوفناک شکست تھی۔

"بہت خوب مسٹر سی مون۔ اب آپ ان باقی لوگوں کو دیکھیں۔" جی موف نے کہا۔

اور پھر اس نے بھی ایک عجیب انداز سے انسپکٹر جمشید کی طرف چھلانگ لگائی۔ اس نے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے

Uploaded By Muhammad Nadeem

اور اس کے پَیر زمین سے فوراً اُٹھ گئے۔ پھر پَیر زمین پر لگے تو ہاتھ اُٹھ گئے۔ اسی انداز میں وُہ اِنسپکٹر جمشید سے جا ٹکرایا۔ ایسی بات نہیں کہ اِنسپکٹر جمشید نے بچنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ انھوں نے بھرپُور کوشش کی تھی، لیکن وُہ جی موف کی تیزی کا ساتھ نہ دے سکے۔ نتیجہ یہ کہ اس کے دونوں پَیر ان کے سینے پر لگے۔ اور وُہ بُری طرح اچھل کر گرے، دُوسرے لمحے وُہ بھی ساکت ہو چکے تھے۔

"میں نے کہا تھا نا۔ ہم اس مرتبہ بالکل نئے انداز سے لڑیں گے۔" سی مون نے بلند آواز میں کہا۔

ادھر انسپکٹر جمشید کے گرتے ہی جی موف نے اس سمت میں چھلانگ لگائی۔ جس طرف ریموٹ کنٹرول آلہ گرا تھا۔ جبکہ سی مون باقی لوگوں کی طرف دوڑ چکا تھا۔

جب جی موف اس جگہ پہنچا تو دھک سے رہ گیا۔ وہاں شوکی برادرز کھڑے تھے اور ان کے چہروں پر ایک دلکش مسکراہٹ ناچ تھی۔

"تو تم نے آلے کو یہاں سے بھی پھینک دیا ہے۔" جی موف غرّایا۔

"ہاں جناب۔ معاف کیجیے گا۔ یہ بہت ضروری تھا۔" مکھن نے گھبرا کر کہا۔



"اور اب آپ اس کو تلاش نہیں کر سکتے، کیوں کہ ہمیں بھی معلوم نہیں۔"

"کیوں۔ معلوم کیوں نہیں؟"

"اس لیے کہ ریموٹ کنٹرول آلہ پھینکنے سے پہلے ہم نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔"

"میں تم لوگوں کو مزا چکھاؤں گا۔"

جی موف نے کہا اور اچھل کر ان پر آ رہا۔ انھیں تو اس کا ایک ایک ہاتھ ہی بہت کافی تھا۔ تاہم۔ وُہ جی موف کو ریموٹ کنٹرول آلے سے محروم کر چکے تھے۔ اور اب وُہ شعلوں سے کام لینے کے قابل نہیں رہے تھے۔ ان کے گرتے ہی جی موف واپس پلٹا۔ ادھر سی مون کی باقی لوگوں سے ایک خوف ناک لڑائی شروع ہو چکی تھی۔ انھوں نے خان رحمان کو بُری طرح اُچھلتے دیکھا۔ جب وُہ سینے کے بل زمین پر گرے تو ان کے منہ سے ایک گھٹی گھٹی چیخ نکلی۔

اور وُہ بھی ساکت ہو گئے۔

ایسے میں اچانک سی مون کے جسم سے کوئی چیز آ کر ٹکرائی۔ وُہ لڑکھڑایا، لیکن فوراً سنبھل گیا۔ حیران ہو کر اس طرف دیکھا۔ تو پروفیسر داؤد اس ننھی سی مشین پر

Uploaded By Muhammad Nadeem

کھڑے تھے۔ اور سی مون کے جسم سے ٹکرانے والی چیز مائع کی وہ دھار تھی جس سے انھوں نے شعلوں کو غائب کیا تھا۔ سی مون کے چہرے پر غصّے کے آثار نمودار ہوئے۔ اس نے ایک چھلانگ لگائی اور ان کے نزدیک جاکر گرا، لیکن اس سے پہلے پروفیسر داؤد اور پروفیسر غوری اس پر دھاروں سے حملہ کر چکے تھے۔ سی مون کے جسم میں ایک جھرجھری سی آگئی، وہ گرنے لگا، اس نے خود کو سنبھالنے کی پوری پوری کوشش کی، لیکن وہ گر ہی گیا۔ اس نے پھر اُٹھنے کی کوشش بھی کی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

"اس پر دھاروں کی برسات جاری رکھیں انکل۔" محمود چلّایا۔ اور خود بھی سی مون کی طرف جھپٹا۔ آصف نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ دونوں نے پیروں کی ٹھوکریں سی مون کے سر پر جڑ دیں۔ جوں ہی وہ ہٹے۔ پروفیسر صاحبان نے دھاریں دے ماریں۔

اور سی مون بالکل ساکت ہو گیا۔

"آخر یہ دھاریں کیسی ہیں؟"

"بہت سرد۔ جسم سُن کر دیتی ہیں۔" پروفیسر ہنسے۔

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

اب انھوں نے دُوسری طرف دیکھا۔ جی موف ان کے



سامنے ڈٹا کھڑا تھا۔ اس نے ہنس کر کہا:

"لڑائی حد درجے دل چسپ لڑی گئی اب تک۔ لیکن اب اور دل چسپ ہو جائے گی۔"

"وہ کیسے مسٹر جی موف؟"

"ایسے!"

اس نے کہا اور دُوسرے ہی لمحے اس نے ایک عجیب حرکت کی۔۔۔

# فتح اور شکست

وہ بلا کی رفتار سے آگے بڑھا اور سی مون کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا — سی مون کو ایک جھٹکا سا لگا اور انہیں یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں حرارت دوڑ گئی ہو۔ اس نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا:

"شکریہ مسٹر جی موف!"

"یہ کیا ہوا — پروفیسر انکل؟" محمود نے گھبرا کر پوچھا۔

"شاید جی موف کے جسم کے ساتھ کوئی آلہ فٹ ہے — اور اس میں کرنٹ دوڑ رہا ہے۔ اس کرنٹ نے سی مون کے جسم کی ٹھنڈک کو آن کی آن میں ختم کر دیا ہے۔" پروفیسر کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"اس کا مطلب ہے — مسٹر جی موف پر آپ کی دھاریں کام نہیں کریں گی۔" فاروق نے کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔" پروفیسر غوری بولے۔

Uploaded By Muhammad Nadeem



اور اس کے ساتھ ہی سی مون ان کے سروں پر پہنچ چکا تھا — اس کا ایک ہاتھ پروفیسر داؤد اور دوسرا پروفیسر غوری کے سر پر پڑا — وہ گرتے چلے گئے —

"نہ صرف یہ کہ دھاریں اب ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی، بلکہ دھاریں فائر کرنے والے کچھ اور بھی نہیں کر سکیں گے۔" سی مون مسکرایا —

انھوں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ بڑی پارٹی مکمل طور پر لمبی لیٹ چکی تھی اور چھوٹی پارٹی باقی تھی، لیکن ان میں سے بھی شوکی برادرز بے کار ہو چکے تھے —

"دوستو! یہ دونوں ہمارے ملک کے خلاف ایک گھناؤنی سازش کے مجرم ہیں — ایک بڑی طاقت نے ان کے ذریعے ہمارے پیارے صدر کو ہلاک کرا دیا ہے۔ لہٰذا آؤ — یا تو ہم بھی ان کے ہاتھوں ختم ہو جائیں — یا پھر انھیں ختم کر دیں۔"

"اور دائرے کی صورت میں آ جاؤ۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

انھوں نے دونوں کے گرد ایک دائرہ بنا لیا — جی موف اور سی مون دائرے کے اندر تھے — دونوں ہنسے — اور ایک ساتھ بولے:

"آؤ بھئی آؤ۔"

محمود تیزی سے جھکا اور جوتے کی ایڑی میں سے چاقو

نکال لیا ۔ اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا :

"خیال رہے بھئی ۔ کہیں یہ چاقو خود تمہارے جسم میں نہ اُتر جائے۔" سی مون نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"پروا نہیں ۔ لیکن ہم تم دونوں کو نہیں چھوڑیں گے۔" محمود غرایا ۔

"محمود ۔ غصّے سے اپنے آپ کو بچائے رکھو۔" فرزانہ چلّائی۔

"فکر نہ کرو فرزانہ ۔ میں غصّے میں نہیں ہُوں ۔ میری آنکھوں میں جو تم دیکھ رہی ہو ۔ وُہ رنج اور غم کی وجہ سے ہے۔" محمود پُرسکون آواز میں بولا۔

"مسٹر سی مون ۔ ان بچّوں سے ہم دونوں کا لڑنا کچھ اچھا نہیں لگتا ۔ لہٰذا کیوں نہ صرف آپ ان سے نبٹ لیں اور میں ذرا بڑی پارٹی پر نظر رکھوں ۔ ان میں سے جو بھی اُٹھتا نظر آئے گا، میں ایک ہاتھ اسے رسید کرتا رہوں گا ۔ ہمیں یوں بھی ذرا جلدی ہے۔"

"بہت اچھی تجویز ہے ۔ آپ دائرے سے نکل جائیں۔"

جی موف دائرے سے نکلنے کے لیے آگے بڑھے ۔ اس کے بالکل سامنے آصف تھا ۔ اسے اور تو کچھ نہ سوجھا ۔ اس کی طرف دوڑ پڑا اور سر کی ٹکر اس کے پیٹ میں دے ماری، لیکن اس کی یہ ٹکر جی موف کے پیٹ میں نہ لگ سکی ۔ وُہ



بس ذرا سا ترچھا ہو گیا تھا ۔ آصف سر کے بَل زمین پر گرا اور انھوں نے اس کی چیخ سُنی :

"عقل اور ہوش ۔ دونوں کو ساتھ لے کر لڑنا ہے ہمیں۔" فرزانہ سرد آواز میں بولی ۔

جی موف نے ایک چھلانگ لگائی اور دائرے سے نکل گیا۔

"آؤ ننھے دوستو ۔ اب تم سے دو دو باتیں ہو جائیں۔" سی مون مسکرایا ۔

"دو دو باتیں یا دو دو ہاتھ۔" فاروق بولا ۔

کے

"تم دو دو ہاتھ کرو گے اور میں دو دو باتیں۔" اس لہجے میں کہا۔

پر محسوس

"شاید اس لیے کہ مُلاقات کافی دنوں کے بعد ہو رہی ... نگیں جکڑ لیں،

"ہاں ! اور میرے لیے بہت خوش مدد کے لیے لپکا اور سی

کیوں کہ اس بار ہم ہی کامیاب ہیں ۔ تم ... تک سی مون اپنا

ناکامی لکھی جا چکی ہے ۔ اب چاہیے کچھ ہو ۔ ہاتھ بہت زور

اپنے صاحب کو تو زندہ کر ہی نہیں سکو گے۔" جوڑیں ۔ سی مون نے

"مرنے والوں کو کون زندہ کر سکتا ہے ، لیے

انتقام تو لے سکتے ہیں ۔ اور وُہ ہم لیں گے۔" فرزپہلے تمہاری

کہا اور تیر کی طرح سی مون کی طرف آئی ۔ وُہ اس کی

طرف تھی ۔ اس کے سر کی ٹکر سی مون کی کمر پر پورے ادھر

Uploaded By Muhammad Nadeem

سے لگی —

"بہت خوب — یہ تو بہت ہی اچھا وار تھا" سی مون لڑکھڑانے
کے بعد سنبھل کر بولا۔

فرزانہ ٹکر مارتے ہوئے دُوسری طرف نکل گئی تھی۔

"یہ ٹکر مجھے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا سکی" سی مون نے
[illegible] پھر کہا...

"کوئی بات نہیں — میرا چاقو — تمھیں خاص نقصان پہنچانے
[illegible]یں جو اگر اللہ نے چاہا" محمود نے چاقو والا ہاتھ تولتے ہوئے اور
پُرسکون لہجے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر [illegible] تو تم ہر بات میں اللہ کا ذکر لے آتے ہو۔"

[illegible]نہیں لگتا — [illegible] کے بغیر ہمارا گزارہ جو نہیں ہے۔" فارُوق نے مسکرا
[illegible]یں ذرا بڑی پارٹی
[illegible]ٹھتا نظر آنے لگا [illegible] لوگوں سے باتوں میں اُلجھ گیا — اور محمود اس موقعے
[illegible]یں یُوں بھی ذرا جلد [illegible] بہت قریب پہنچ گیا ہے — کمال ہے۔"

"بہت اچھی [illegible] میں اس دَور کا عجیب ترین چاقو موجود ہے مسٹر
جی موف [illegible] نے سرد آواز میں کہا۔

[illegible]نکل سامنے اس چاقو سے بہت اچھی طرح واقف ہوں اور آج
[illegible]طرف دوڑ [illegible] ختم کرکے رہوں گا۔"

[illegible]لیکن اس [illegible] خیر — یہ تو نہیں ہو سکتا — تم اسے توڑ نہیں سکو گے۔"



"تو میں اسے سمندر میں غرق تو کر دوں گا۔"

"اس چاقو کا فارمولا پروفیسر انکل کے پاس موجود ہے — وُہ مجھے اور بنا دیں گے۔"

"پچ — چاقو کا فارمولا" فارُوق ہکلایا۔

اُسی وقت پیچھے سے فرحت نے سی مون کو ٹکر دے ماری اور یہی اس کی غلطی تھی — سی مون پیچھے سے بھی غافل نہیں تھا، وُہ فوراً جھک گیا اور فرحت پورے زور میں محمود سے ٹکرا گئی۔ اگر محمود اپنا چاقو والا ہاتھ بلند نہ کر لیتا تو چاقو فرحت کے جسم میں اُتر گیا تھا —

ایسے میں فارُوق حرکت میں آ چکا تھا — اس نے غیر محسوس طور پر آگے بڑھ کر اچانک سی مون کی دونوں ٹانگیں جکڑ لیں، آفتاب نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ — اس کی مدد کے لیے لپکا اور سی مون کے ایک ہاتھ سے جھول گیا — اس وقت تک سی مون اپنا دُوسرا ہاتھ فارُوق کے سر پر برسا چکا تھا — ہاتھ بہت زور سے لگا — لیکن فارُوق نے اس کی ٹانگیں نہ چھوڑیں — سی مون نے پھر اس کے سر پر وار کیا —

"مارتے رہو سی مون، لیکن بے ہوش ہونے سے پہلے تمھاری ٹانگیں آزاد نہیں ہوں گی۔" فارُوق غرّایا۔

سی مون برابر اُس کے سر پر ہاتھ مارتا چلا گیا — ادھر

Uploaded By Muhammad Nadeem

محمود اور فرحت سنبھل گئے اور دونوں سی مون کی طرف لپکے۔ محمود نے چاقو کا وار اس کے سینے پر کیا۔ وہ آفتاب اور فاروق سمیت جھکائی دے گیا اور اس کا ہاتھ محمود کی ناک پر پڑا۔ ایسے میں فرحت اچھلی اور اس کے ہاتھ سے لپٹ گئی۔ لیکن اس وقت تک فاروق بے کار ہو گیا تھا۔ سی مون کی ٹانگ کا ایک ہی جھٹکا اسے دور لے گیا۔ دوسرا جھٹکا آفتاب کو لگ کر گیا۔ لہٰذا فرحت جوں ہی آگے بڑھی۔ اس کے سینے پر دونوں ہاتھ اس زور سے لگے کہ دوسری طرف الٹ گئی۔ ساتھ ہی محمود کی پسلیوں میں بھی ایک ٹھوکر لگی۔

"میدان صاف!" سی مون نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے نظریں اُٹھائیں تو حیران رہ گیا۔ شوکی برادرز اس کے سامنے کھڑے تھے:

"ڈرپوک لوگ رہ گئے۔ تم تو ایک ہاتھ کی مار ہو۔" سی مون نے مسکرا کر کہا اور ان کی طرف بڑھا۔

وہ چاروں مٹھیاں بند کیے اُس کے سامنے کھڑے رہے، اچانک ان کے ہاتھ اُٹھے اور انھوں نے مٹھیاں کھولتے ہوئے کوئی چیز سی مون کی آنکھوں کی طرف اچھال دی۔

"ارے! یہ کیا؟"

"اسے مٹی کہتے ہیں مسٹر سی۔ مون۔ ہم ڈرپوک ہیں نا۔ بس اِسی لیے۔" مکھن نے شرمائے ہوئے انداز میں کہا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem



سی مون کے دونوں ہاتھ آنکھوں پر جا لگے، اچانک انسپکٹر کامران مرزا اُٹھے اور سی مون سے جا ٹکرائے۔ اور اس زور سے ٹکرائے کہ سی مون بُری طرح اچھلا اور دُور جا کر گرا۔ عین اس جگہ جہاں انسپکٹر جمشید لیٹے ہوئے تھے۔ ان سے کچھ فاصلے پر جی موف کھڑا تھا، اس نے جو لڑائی کی کایا پلٹ ہوتے دیکھی۔ تو فوراً دوڑ لگا دی۔ انسپکٹر جمشید کو اس موقعے پر عجیب بات سوجھی۔ وہ بجلی کی تیزی سے اُٹھے اور سی مون کو دونوں ہاتھوں پر اُٹھا لیا۔ دوسرے ہی لمحے انھوں نے بلا کی رفتار سے دوڑ کر آتے ہوئے جی موف پر سی مون کو دے مارا۔

دو جسم پوری قوّت سے ایک دوسرے سے ٹکرائے اور مخالف سمتوں میں گرے۔ سی مون خان رحمان کے قریب گرا، انھوں نے فوراً اُٹھتے ہوئے اس کی گردن دبوچ لی۔ وہ پہلے ہی بے ہوش تھا۔ خود کو چھڑانے کے لیے کیا حرکت کرتا، انسپکٹر کامران مرزا نے جی موف کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہ بھی مکمل طور پر بے ہوش تھا۔ انھوں نے اس کی گردن دبوچ لی۔

"تم لوگ ان دونوں کو باندھنا شروع کر دو۔" انسپکٹر کامران مرزا نے بلند آواز میں کہا۔

"اور میں بے ہوش صاحبان کو دیکھتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید بولے اور پروفیسر صاحبان کی طرف بڑھے۔ اُسی وقت وہ بھی

اُٹھتے نظر آئے۔

"آپ ذرا چند دھاریں ان دونوں پر فائر کر دیں۔ تاکہ ہم بے فکر ہو جائیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اچھا۔" وہ بولے۔

سب ایک طرف ہٹ گئے۔ پروفیسر داؤد نے دھاریں مار مار کر ان کے جسم بالکل سُن کر دیے۔ اس کے بعد انہیں مختلف چیزوں کی مدد سے باندھ دیا گیا۔

"آپ دونوں اور خان رحمان ان کے سروں پر موجود رہیں۔ اور ضرورت پڑنے پر دھاریں برساتے رہیں۔ ہم ذرا میدان کی خبر لے لیں۔ اس کم بخت میدان نے بھی ہمیں اپنے اندر سکون سے نہیں آنے دیا۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنا کر کہا۔

"اچھ۔ چھا۔ لیکن بھئی۔ اس طرح ہمیں ڈر لگتا رہے گا۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"ڈر کی تو انکل دُور دُور تک کوئی بات نہیں۔ ویسے اگر جی چاہ رہا ہے تو شوق سے ڈریے۔" فاروق بولا۔

"میرا مطلب ہے۔ کک۔ کہیں یہ ہوش میں نہ آ جائیں۔"

"اوّل تو یہ بندھے ہوئے ہیں، دُوسرے مشین ہے آپ کے پاس اگر ان کے جسموں میں ذرا ذرا سی حرکت محسوس ہو تو دھار



برسا دیں۔ ہم زیادہ دیر نہیں لگائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔"

وہ لوگ میدان میں داخل ہو گئے۔ اب کوئی شعلہ نہ اُبھرا۔ اوّل تو ریموٹ کنٹرول آلہ ہی کہیں دُور جا گرا تھا۔ دُوسرے اسے کام میں لانے والے بے بس ہو چکے تھے، لہٰذا وہ میدان میں اندر کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ میدان کے بیچوں بیچ ایک چوکور گڑھا انہیں نظر آیا۔ گڑھا بہت بڑا اور گہرا تھا۔ اس میں اُترنے کے لیے سیڑھیاں بھی بنائی گئی تھیں۔ گڑھے کے اندر ۔۔۔ انہیں ہزاروں چھوٹی بڑی مورتیاں گڈ مڈ پڑی نظر آئیں۔

"آخر مورتیاں ہمیں مل ہی گئیں۔ ارے مگر۔ راج چندر۔ وہ کہاں گیا۔ ہمارے ساتھ جو راج چندر آیا تھا۔ وہ تو دراصل مسٹر جی موف تھے۔"

"جی موف نے یا تو اس کو ختم کر دیا ہو گا، یا وہ کہیں قید ہو گا۔ لیکن میرا خیال ہے۔ اسے ختم ہی کر دیا گیا ہو گا۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ اس کے بال بچے تو ہوں گے۔ ہم یہ مورتیاں ان کے حوالے کر دیں گے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا کر رہے ہو۔ یہ مورتیاں سرکاری خزانے یعنی بیت المال میں جمع کرا دی جائیں گی۔" محمود نے کہا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"سرکاری خزانہ کیا ان مورتیوں کا اچار ڈالے گا۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"مم۔ مورتیوں کا اچار۔ بھئی فاروق کمال ہے۔" آفتاب حیران ہو کر بولا۔

"خبردار۔ اسے ناول کا نام نہ قرار دے دینا۔" آصف نے گویا دھمکی دی۔

"کیوں کیوں۔ تمھاری صحت پر بُرا اثر پڑنے کا خطرہ ہے کیا ارے۔ انکل تو نیچے پہنچ بھی گئے۔" فرحت کے منہ سے نکلا۔

انھوں نے دیکھا۔ انسپکٹر جمشید سیڑھیاں اُترنے کے بعد مورتیوں کے پاس جا کھڑے ہوئے تھے اور ایک مورتی ان کے ہاتھ میں تھی۔ اچانک ان کے منہ سے نکلا:

"اوہو۔ یہ کیا؟"

اُن کی آواز سُن کر وہ سب نیچے کی طرف دوڑ پڑے:

"کیا چیز نظر آئی ہے آپ کو؟" محمود بے تاب ہو کر بولا۔

"یہ۔ یہ مورتیاں۔" وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"جی کیا کہا۔ مورتیاں۔ مورتیاں تو ہم بھی دیکھ رہے ہیں۔"

"آپ دیکھیں ذرا۔" انسپکٹر جمشید نے وہ مورتی انسپکٹر کامران مرزا کے ہاتھ میں تھما دی۔ جلد ہی ان کے منہ سے بھی "اوہ" نکل گیا۔

"شروع ہو گیا مسٹر اوہ۔" آفتاب نے منہ بنایا۔



"محمود۔ اپنا چاقو دینا ذرا۔"

"خیر تو ہے۔ مورتی کو ذبح تو نہیں کرنا۔" فاروق گھبرا گیا۔

"ہاں! ایسی ہی بات ہے۔"

محمود نے چاقو انھیں دے دیا۔ چاقو کی مدد سے مورتی کو کھرچنے لگے۔ جلد ہی مورتی پر سے گہرا سیاہ رنگ اُترنے لگا اور اندر انھیں سُنہری رنگ نظر آنے لگا:

"یہ۔ یہ کیا۔" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"سس۔ سونا۔"

"سونا۔ کیا مطلب؟" آفتاب بولا۔

"سونے کا مطلب تو سونا ہی ہوتا ہے۔ ویسے تم اس گڑھے میں کہیں سو نہ جانا۔" فاروق مسکرایا۔

"تت۔ تو کیا یہ تمام مورتیاں سونے کی ہیں؟"

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ راج چندر پجاریوں کا سردار تھا۔ یعنی سب سے بڑا پجاری تھا۔ مندروں میں یہ لوگ نہ جانے کیا کچھ کرتے ہیں۔ سونا وونا چڑھاووں کے طور پر چڑھتا رہتا ہے۔ وہ اسے پگھلا پگھلا کر مورتیاں بناتا رہا۔ اور انھیں رنگ کرتا رہا۔ پھر اس نے وہ ہوٹل خرید لیا ہوگا۔ اس میں تہ خانہ بنوایا اور مورتیاں اس میں چھپا دیں۔"

"لیکن ابا جان۔ ایک پجاری کو ہوٹل خریدنے کی کیا ضرورت تھی؟"

Uploaded By Muhammad Nadeem

"پجاری مندر میں رہتے۔ ہوتے سونے سے کوئی عیش نہیں کر سکتا۔ مندر سے نکلے گا تو عیش و عشرت کی زندگی گزارے گا نا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اوہ۔ تب تو یہ ٹنوں کے حساب سے سونا ہوا۔ اور اتنا بہت سا سونا جب سرکاری خزانے میں شامل ہوگا تو۔۔۔ تو۔"

"لیکن۔ یہ بھی تو سوچو۔۔۔ کہ ہمارے صدر۔۔۔"

اور ان کی آنکھوں سے غم جھانکنے لگا۔۔۔



# بڑی طاقت

سی مون اور جی موف ایک بڑے کمرے میں دو عجیب قسم کی کرسیوں سے جکڑے ہوئے تھے۔ جکڑنے کے لیے بھی خاص قسم کی رسّی استعمال کی گئی تھی۔ اسے کوئی چاقو کاٹ نہیں سکتا تھا۔ پستول کی گولی بھی اسے توڑ نہیں سکتی تھی۔ باقی لوگ بھی اس کمرے میں تھے۔ وہ دونوں ابھی ابھی ہوش میں آئے تھے۔ چند لمحے تک پلکیں جھپک جھپک کر سب کی طرف دیکھتے رہے، پھر بولے:

"ہم کہاں ہیں؟"

"ہمارے ذاتی قید خانے میں۔ سرکاری جیلوں سے تو تم لوگ نکل جاتے ہو نا۔ اس قید خانے سے نکل کر دکھاؤ تو مانیں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ یہاں سے بھی نکل کر دکھائیں گے۔" جی موف ہنسا۔۔۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"خیر۔ وُہ بعد کی بات ہے۔ پہلے تو ہم اصل بات معلوم کریں گے۔ اور اصل بات یہ کہ ۔ یہ تو ہم معلوم کرچکے ہیں کہ صدرِ مملکت کا طیارہ تباہ ہو گیا ہے اور اس طرح ان کی اور ان کے ساتھیوں کی فوری موت واقع ہوگئی ہے ۔ آپ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ یہ سازش آپ کی تیار کردہ ہے ۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کس مُلک کے اشارے پر آپ دونوں نے یہ کام کیا ہے ۔ ہمیں صرف یہ بتا دیں کہ بم طیارے میں کس طرح رکھا گیا ۔ صاف ظاہر ہے کہ اس کام کے لیے ہمارے مُلک کے کسی اہم آدمی کو منتخب کیا گیا ہو گا ۔ ایسے آدمی کو ۔ جو بم رکھنے کے لیے جہاز میں آئے تو کوئی اسے شک کی نظر سے نہ دیکھ سکے اور اسے چیک کرنے کا تو خیال تک دل میں نہ لایا جا سکے ۔ ایسے آدمی بہت سے ہو سکتے ہیں ۔ سوال یہ ہے کہ اس آدمی کا نام کیا ہے؟"

انسپکٹر کامران مرزا یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے ۔ سی مُون اور جی موف کے چہروں پر مُسکراہٹ پھیل گئی، لیکن انھوں نے منہ سے کچھ نہ کہا ۔

"آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔"

"اگر ہم نے یہ بات بتا دی تو ہمیں اس کام کا معاوضہ نہیں مل سکے گا ۔ ہم اتنا بڑا معاوضہ کیسے ضائع کر دیں۔"



"کتنا بڑا؟"

"ایک بڑا جزیرہ ہمیں ملے گا ۔ اس جزیرے پر ہماری حکومت ہو گی۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا ۔

"لیکن بھئی ۔ بات تو بتانا ہی پڑے گی۔"

"نہیں ۔ تم اپنی کوشش کرکے دیکھ لو۔"

"ایک بات پہلے سُن لیں ۔ اگر آپ نہیں بتائیں گے ۔ تب بھی ہم اپنی سُراغ رسانی کے ذریعے معلوم کر لیں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے ۔

"نہیں ۔ ایسا بھی نہیں ہو سکتا۔" جی موف نے پُر اسرار انداز میں کہا ۔

"خیر ۔ پہلے ہم تم لوگوں پر اپنے آلات تو آزما لیں۔"

"ضرور کیوں نہیں ۔ ہم نے تو سالوں تک تربیت حاصل کی ہے زبان نہ کھولنے کی۔"

"اوہو اچھا!" خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی ۔

"ایک بات تو آلات کے استعمال سے پہلے ہی بتا دیں ۔ یہ کہ راج چندر کا کیا بنا؟"

"اس کا کام تمام کر دیا گیا۔" جی موف بولا ۔

"ہوٹل انگورا، مورتیاں اور نواب سلمی وغیرہ کی زمینوں کا چکر

Uploaded By Muhammad Nadeem

ہمیں اُلجھانے کے لیے چلایا گیا تھا اور آپ یہ چاہتے تھے کہ ہم سب زمینوں کے پاس جمع ہو جائیں۔"

"ہاں!" دونوں بولے۔

"صدر کے طیارے میں بم کیسے رکھا گیا؟"

"اس سوال کے جواب میں ہمارے پاس خاموشی کے سوا کچھ نہیں، آلات آزما لیں۔" جی موف نے کہا۔

"آپ لوگ نہیں بتائیں گے تو ہم تحقیقات کرکے پتا چلا لیں گے۔" محمود نے بھنّا کر کہا۔

"یہ بات تم میں سے کوئی پہلے بھی کر چکا ہے، لیکن تم اس طرح بھی کچھ نہیں کر سکو گے۔ ابھی تم لوگوں کو اندازہ نہیں کہ حالات کیا رُخ اختیار کر چکے ہیں۔"

"میرا خیال ہے۔ اب آلات کام میں لانا ہی ہوں گے۔"

انسپکٹر جمشید نے دوسروں کی طرف دیکھا۔ انھوں نے سر ہلا دیے۔

تین گھنٹے تک وہ مسلسل کوشش کرتے رہے، لیکن انھیں مکمل طور پر ناکامی ہوئی۔ آخر انسپکٹر کامران مرزا بولے:

"ان لوگوں سے بعد میں اگلوائیں گے۔ پہلے ہم حادثے کی جگہ کیوں نہ چلیں۔"

"تجویز معقول ہے۔"

وہ ایک خصوصی طیارے کے ذریعے اس شہر پہنچے۔ اور



پھر ایک کرائے کی گاڑی میں حادثے کی جگہ کی طرف روانہ گئے۔ انھیں بہت دور رُک جانا پڑا۔ حادثے کی جگہ سے چار کلو میٹر تک فوج نے گھیرا ڈال رکھا تھا۔

"ہمیں اندر جانا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے ایک فوجی آفیسر سے کہا۔

"نہیں جناب۔ کسی کو بھی اجازت نہیں ہے۔ صرف تحقیقاتی ٹیمیں اندر گئی ہیں۔ ان کے پاس بھی صدر صاحب کا اجازت نامہ تھا۔"

"آپ کا مطلب ہے۔ نئے صدر کا اجازت نامہ؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں!"

"آپ ہمیں کسی بڑے آفیسر سے ملوا دیں۔"

"دائیں ہاتھ بریگیڈیر صاحب کا خیمہ ہے۔ ان سے مل لیں۔"

"شکریہ!" وہ بولے۔

اب وہ خیمے تک پہنچے۔ خیمے کے دروازے پر بھی فوجی پہرہ دے رہے تھے:

"ہمیں بریگیڈیر صاحب سے کام ہے۔"

"اجازت نہیں ہے جناب۔"

"یہ میرا کارڈ تو اندر پہنچا سکتے ہیں۔" انھوں نے منہ بنا کر کہا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

"ہم، ہاں ضرور۔" ایک فوجی نے کہا اور کارڈ لے کر اندر چلا گیا — پھر وہ باہر آیا۔

"آپ لوگ اندر جا سکتے ہیں۔"

"شکریہ!" انھوں نے ایک ساتھ کہا۔

وہ سب اندر داخل ہوئے — اندر کرسیاں موجود تھیں — بریگیڈیر صاحب تین دوسرے آفیسر کے ساتھ ایک گول میز پر بیٹھے تھے —

"تشریف رکھیے — ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟"

"ہم لوگ حادثے کی جگہ جانا چاہتے ہیں — تحقیقات کریں گے۔"

"اس کے لیے تو آپ کو صدر صاحب کا اجازت نامہ لانا ہوگا۔" وہ بولے۔

"پہلے آپ یہ اجازت نامہ دیکھ لیں۔"

انھوں نے اپنے خصوصی اجازت نامے نکال کر دکھائے — بریگیڈیر صاحب نے ان کو پڑھا اور پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولے:

"نہیں جناب — یہ تو مرحوم صدر کی طرف سے ہیں — آپ کو موجودہ صدر صاحب کا اجازت نامہ لانا ہوگا۔"

"وہ تو خیر ہم لے آئیں گے — کیا آپ ہم لوگوں سے واقف



نہیں ہیں؟" انسپکٹر جمشید خشک لہجے میں بولے۔

"اگر واقف نہ ہوتا تو آپ اندر نہ آ سکتے۔" وہ مسکرائے۔

"اچھا شکریہ۔" وہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔

وہاں سے سیدھے ایوانِ صدر آئے — لیکن یہاں بھی انھیں باہر ہی روک لیا گیا اور وہی جملہ سننا پڑا:

"اجازت نہیں ہے جناب۔"

"یہ ہمارے کارڈ تو اندر پہنچا سکتے ہیں نا؟" انسپکٹر جمشید نے تلملا کر کہا۔

"جی ہاں! کیوں نہیں۔"

کارڈ اندر پہنچا دیے گئے، پھر انھیں انتظار کرنے کے لیے کہا گیا اور بتایا گیا کہ صدر صاحب بہت مصروف ہیں — حالات ہنگامی ہیں —

وہ انتظار کرتے رہے — پیچ و تاب کھاتے رہے — آخر ایک گھنٹے کے جان لیوا انتظار کے بعد انھیں اندر جانے کی اجازت ملی — نئے صدر نے بہت روکھے انداز میں ان سے ہاتھ ملائے اور عجلت کے عالم میں بولے:

"ایک منٹ کے اندر کہیے کیا کہنا ہے — پورے ملک کے معاملات کا بوجھ یک دم میرے کندھوں پر آ گرا ہے۔"

"بہت بہتر — ہم صرف تحقیقات کے لیے جائے حادثہ تک

Uploaded By Muhammad Nadeem

جانا چاہتے ہیں۔"

"اس غرض کے لیے تو مُلکی اور غیر مُلکی ٹیمیں پہلے ہی کام کر رہی ہیں۔"

"آپ ہم سے اچھی طرح واقف ہیں سر۔ لہٰذا ہمارا بھی حق بنتا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"میں اچھی طرح واقف ہُوں، لیکن یہ معاملہ بہت بڑا ہے، انٹارجیہ کی ٹیم آ چکی ہے۔ اب اصل تحقیقات وُہ کرے گی۔ اور بھی چند ٹیمیں ترتیب دی جا چکی ہیں۔ بس صرف وُہی تحقیقات کریں گی۔ ان کے علاوہ اور کوئی نہیں۔"

"شکریہ۔ دراصل۔"

"ایک منٹ پُورا ہو چکا ہے۔ آپ جا سکتے ہیں۔ خوش اسلوبی سے اپنے دفتر کا کام سنبھالیں۔"

ان کے منہ بن گئے۔ ایسے حالات سے بہت کم واسطہ پڑا تھا۔ باہر نکل کر انھوں نے آئی جی نثار احمد کو فون کیا:

"ہیلو سر۔ انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں۔ السلام علیکم۔ سر آپ کو معلوم ہے۔ حالات کیا ہیں۔ ہمیں جائے حادثہ پر جانے کی اجازت نہیں مل سکی۔"

"میں جانتا ہُوں جمشید۔ تم جہاں کہیں بھی ہو۔ سیدھے میرے



پاس چلے آؤ۔"

"جی بہتر!"

جلد ہی وُہ آئی جی صاحب کے سامنے بیٹھے تھے۔ ان کا چہرہ دُودھ کی طرح سفید تھا۔

"ہمارے محکمے کے کسی آدمی کو کسی ٹیم میں شامل نہیں کیا گیا، جو ٹیمیں بھیجی گئی ہیں۔ وُہ صدر صاحب نے خود ترتیب دی ہیں، لہٰذا ہمیں اجازت کس طرح مل سکتی ہے۔"

"یہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے سر۔"

"جو کچھ ہو رہا ہے۔ ہم اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔" آئی جی اداس انداز میں مُسکرائے۔

"لیکن سر۔ ہم اس سازش کو بے نقاب کر سکتے ہیں۔ ہمارے ہاتھ دو بڑے مُجرم لگ چکے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" وُہ چونکے۔

انھوں نے مختصر طور پر سی مون اور جی موف کے بارے میں بتایا۔

"اوہ۔ اوہ۔ لیکن جمشید۔ کامران مرزا اور پروفیسر صاحبان۔ میری یہ بات نوٹ کر لیں۔ ہماری حکومت ہرگز یہ نہیں چاہے گی کہ اس معاملے کی تحقیقات عوام کے سامنے آئیں۔ آپ لوگ وُہ ہیں۔ جو اصل بات عوام کے سامنے لائے بغیر نہیں

Uploaded By Muhammad Nadeem

رہ سکیں گے۔ لہٰذا ان حالات میں آپ کو اجازت کس طرح مل سکتی ہے۔"

"اوہ!" اُن کے مُنہ سے نکلا۔ اُن کے سر جھک گئے۔ انہیں یوں لگا جیسے وہ سوچ کے ایک ایسے سمندر میں اُترتے چلے جا رہے ہوں۔ جس سے کبھی نہ اُبھر سکیں گے۔ پھر انسپکٹر جمشید نے سر کو ایک زور دار جھٹکا دیا۔ اور بولے:

"سر۔ میرا استعفیٰ منظور کر لیں۔ اب میں یہ ملازمت نہیں کروں گا۔"

"میں جانتا تھا۔ تم یہی کہو گے۔ لیکن اِدھر دیکھو۔ تم سے پہلے میں اپنا استعفیٰ لکھ چکا ہوں۔ پھر بھلا۔ میں کیوں نہ تمھارا استعفیٰ منظور کروں گا۔"

"اور میں بھی اپنے دفتر جا کر استعفیٰ دے دوں گا۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

استعفیٰ لکھ کر اور منظور کروا کر وہ وہاں سے نکل آئے۔

"اب ہم جی موف اور سی مون سے اگلوا کر رہیں گے۔" انسپکٹر جمشید غرّائے۔

"ہاں! چاہے ہمیں کئی دن لگ جائیں۔"

اور وہ پھر اس خفیہ عمارت میں پہنچے۔ لیکن پھر بھونچکے رہ گئے۔ دونوں کرسیاں خالی پڑی تھیں۔ سی مون اور جی موف اُڑنچھو ہو



چکے تھے۔

"یہ بھی گئے۔"

"حیرت ہے۔ اس قدر زبردست قید سے بھی وہ نکل گئے۔"

"عجیب و غریب صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ یہ دونوں۔"

اسی وقت اُن کی نظر میز پر رکھے ایک پُرزے پر پڑی۔ وہ یک دم اُس پر جھک گئے۔ لکھا تھا:

"شان دار شکست مبارک ہو۔"



Uploaded By Muhammad Nadeem